27

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

3 تا 9 جولائی 2012ء/12 تا 18 شعبان 1433ھ

تحریکی مزاج

کسی نظام کو بدلنے کے لیے اُٹھنے والے انقلابی گروہ کا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے' جسے ہم اس کا تحریکی مزاج کہہ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ حد درجہ پُر عزیمت ہوتے ہیں اور کسی دشواری یا مشکل سے گھبرا کر راستہ بدلنے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہ باطل سے شدید متنفر ہوتے ہیں' کیونکہ اسی کو گرانے کی عملی جدوجہد وہ کر رہے ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کی موت وحیات کی جانگسل کشمکش جاری ہوتی ہے۔ حق کی سربلندی کے لیے ان میں جنون کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ حق کے دامن پر ایک دھبہ دیکھنا بھی انہیں گوارا نہیں ہوتا۔ باہم وہ پیوست ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے وہ شدید محبت کرتے ہیں۔ قرآن میں ان کے تعلق کی باہمی کیفیت کو ''رُحَمَاءُ بَیْنَھُم'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کا مزاج سخت درجہ کا انقلابی ہوتا ہے۔ وہ باطل کے ساتھ کسی درجہ میں بھی مصالحت یا موانست یا رعایت کا رویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ مصلحت کے معاملہ میں بھی وہ زیادہ گنجائش دینے والے نہیں ہوتے۔ ان میں ناقابل تسخیر استقلال کا جوہر موجود ہوتا ہے۔ عزم وارادہ کی پختگی انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی راہ حق میں چلتے ہوئے مادی نفع ونقصان کا حساب لگانے کی اجازت نہیں دیتی۔ ان میں حد درجہ شوق جہاد ہوتا ہے۔ وہ تبلیغ وتلقین کے تقاضے اتمام حجت کی حد تک ادا کرنے کے بعد باطل سے بالفعل ٹکرانے کا ایک زبردست داعیہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ان کی جانیں ہتھیلیوں پر اور سرگردنوں پر صرف اللہ کی امانت ہوتے ہیں۔ ایسی ہی بے تابی مسلمانوں میں موجود تھی' جب ہجرت کے بعد مدینہ میں انہیں حکم دیا گیا تھا: ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (البقرۃ:190) ''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' ان ہی صفات کی حامل وہ جماعت ہوتی ہے جو نظام حق کو برپا کرنے کی جدوجہد کر سکتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب

سید اسعد گیلانی

اس شمارے میں

اهلًا و سهلًا مرحبا

انقلابی کارکنوں کی تربیت

نجات کا راستہ: اجتماعی توبہ

بہترین اور بدترین حکمران

وزیراعظم کی نااہلی اور خراب ملکی حالات

کالاباغ ڈیم کی مخالفت: قومی سلامتی پر حملہ

توازن حسن زندگی ہے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

قومی زبان۔ ترقی کا زینہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (520)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ ہود

(آیات:118،119)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (١١٨) اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (١١٩)

''اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔''

اگر اللہ چاہتا تو تمام نوع انسانی کو ایک امت بنا دیتا، سب لوگ راہ ہدایت پر ہو جاتے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ لوگ اختلاف کرتے ہی رہیں گے، اُن میں اختلاف باقی رہے گا۔ فکر و نظر اور آراء کا اختلاف مذموم شے نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اختلاف کو ایک حد تک رکھا جائے، اُسے تفرقہ کا باعث نہ بننے دیا جائے۔ اختلاف اختلاف ہے۔ ایک رائے میری ہے، اور ایک رائے آپ کی ہے۔ آپ کے پاس بھی دلائل ہیں، اور ان پر آپ مطمئن ہیں۔ میرے پاس بھی دلائل ہیں، اور میں ان پر مطمئن ہوں۔ میں اس حدیث کو زیادہ قوی سمجھتا ہوں۔ آپ دوسری حدیث کو قوی سمجھتے ہیں، اس میں کوئی ہرج نہیں۔ میرا استدلال بھی قرآن و سنت سے ہے اور آپ کا بھی۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی استدلال کیا تو وہیں سے کیا، امام شافعیؒ نے بھی استدلال وہیں سے کیا۔ اختلاف تو قابل برداشت ہے، مگر یہ تفرقہ نہیں بننا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ معاملہ ''من دیگرم تو دیگری'' والا ہو جائے۔ یہ تفرقہ مذموم شے ہے، لیکن مزاجوں کا اختلاف تو طبعی چیز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اگر دنیا میں اختلاف نہ ہو تو انسان کی طبیعت اُکتا جائے۔ یہاں کی زیبائش اور رونق ہی تنوع سے ہے۔ اللہ نے انسانوں کو بنایا ہی اس طرح ہے کہ دو افراد کے مزاج ایک جیسے نہیں۔ دو انسانوں کے انگوٹھوں کی لکیریں یکساں جیسی نہیں، شکلیں ایک جیسی نہیں، تخلیق کے اندر Genes میں اختلاف ہے ۔ تمام انسان بھی معدنیات کی مانند ہیں۔ اللہ نے انسانوں ایک جیسا پیدا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی ہے۔ اللہ نے اس کو بھی آباد کرنا ہے۔ یہ اہل حق سے آباد ہو گی۔ اسی طرح اس نے جہنم بنائی ہے۔ اس کے لئے بھی ایندھن درکار ہے۔ جہنم کا ایندھن گناہ گار جن وانس بنیں گے۔ دنیا میں جو کفار و مشرکین اور گناہ گار لوگ عیاشیاں اور بدمعاشیاں کر رہے ہیں، جہنم کا پیٹ اُن سے بھرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب جہنم سے بچائے۔ (آمین)

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

فرشتوں کی سخی کے لئے دعا اور بخیل کے لئے بددعا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)) (متفق علیه)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر صبح کو دو فرشتے اُترتے ہیں' ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما' دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! بخیل کو تباہ و برباد کر۔''

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 جولائی 2012ء جلد 21
12 تا 18 شعبان 1433ھ شمارہ 27

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

اهلاً و سهلاً مرحبا

ایسے وقت میں جب اغیار کے کاشانوں پر رحمتیں برسنے اور بیچارے مسلمانوں پر برق گرنے کا سلسلہ بغیر کسی وقفہ کے جاری ہے، مصر میں الاخوان المسلمون کی کامیابی ایک جاں فزا اور روح پرور خبر ہے۔ قریباً پون صدی سے اخوان جو مظالم اور سختیاں برداشت کر رہے تھے، ان کا تصور بھی لرزا دینے والا ہے۔ اگرچہ حسن البناؒ کی شہادت کے بعد اخوان کی قیادت نے اپنے موقف میں کچھ نہ کچھ نرمی پیدا کی، لیکن جمال عبدالناصر، انوار السادات اور حسنی مبارک جیسے ظالم اور بے رحم آمروں کے بدترین ظلم و تشدد کو سہتے اور برداشت کرتے ہوئے الاخوان المسلمون کا اپنے ڈھانچے کو قائم رکھ لینا ہی ایک بڑی کامیابی ہے۔ ہر آمر چونکہ عوام کو دبانے اور قابو میں رکھنے کے لیے فوج اور سیکیورٹی اداروں ہی کو استعمال کرتا ہے، لہٰذا ان اداروں میں وہی لوگ ترقی پا سکتے ہیں اور اچھے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ چاپلوس اور شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہوں۔ مصری فوج میں بھی وہی جرنیل اور کمانڈرز کلیدی عہدوں پر فائز ہیں جو الاخوان المسلمون سے سخت بیر رکھتے ہیں۔ بہرحال ڈاکٹر محمد نے، جن کے قبیلہ کا نام مُرسی ہے، الاخوان المسلمون کے امیدوار کی حیثیت سے صدارتی الیکشن میں حصہ لیا اور 51.7 فی صد ووٹ لے کر کامیاب ہوئے۔ الاخوان کے اصل امیدوار خیرات الشراط تھے، لیکن وہ شاید فوج کو کسی صورت قبول نہیں تھے، لہٰذا اُن کو ہدف بنا کر ایک قانون خاص طور پر بنایا گیا اور انہیں نااہل قرار دے دیا گیا۔

محمد مُرسی پیشہ کے اعتبار سے انجینئر ہیں۔ انہوں نے قاہرہ یونیورسٹی سے انجینئرنگ میں پہلے گریجوایشن، پھر ماسٹر کی ڈگری حاصل کی، بعد ازاں امریکہ چلے گئے۔ وہاں ساؤتھ کیلیفورنیا یونیورسٹی سے انجینئرنگ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور اسی یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے تدریس کا کام کرتے رہے۔ انہوں نے 2000ء میں ایک آزاد امیدوار کی حیثیت میں انتخاب میں حصہ لیا اور 2005ء تک اسمبلی کے رکن رہے۔ بہت سادہ طبیعت کے واقع ہوئے ہیں۔ قاہرہ کے ایک فلیٹ میں رہائش پذیر ہیں اور صدر منتخب ہونے کے بعد بھی ایوانِ صدر میں منتقل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ اب بھی علاقے کی اسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ اپنی سیکیورٹی کے لیے صرف ایک گاڑی رکھی ہے۔ باقی سکیورٹی کے تمام لوازمات ختم کر دیے ہیں۔ یہاں جملۂ معترضہ کے طور پر یہ لکھ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ پاکستان کے چند ماہ کے لیے بننے والے وزیراعظم (چونکہ الیکشن سر پر ہیں) محترم راجا پرویز اشرف نے اپنی گوجر خان والی اور اسلام آباد رہائش کو وزیراعظم ہاؤس قرار دے دیا ہے، لہٰذا ان رہائشوں کی تمام تر تزئین و آرائش حکومتی خزانے کی ذمہ داری ہوگی۔ علاوہ ازیں گوجر خان میں اُن کی سہولت کے لیے رہائش گاہ کے بالکل قریب ایک ہیلی پیڈ تعمیر کیا جائے گا۔

پاکستان کا ذکر آ ہی گیا ہے تو ہم بعض حضرات کا یہ اشکال دور کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ "جمہوری ذرائع سے اگر ترکی اور مصر میں اسلامی حکومت آ گئی ہے تو پاکستان میں کیوں نہیں آ سکتی؟" اس حوالہ سے عرض ہے کہ مصر کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہے، کیونکہ محاورتاً نہیں حقیقتاً جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے ہیں کہ الاخوان برسر اقتدار آئے ہیں۔ البتہ ترکی میں پہلے اسلامی جماعت سے تعلق رکھنے والے نجم الدین اربکان اور پھر طیب اردگان برسر اقتدار آئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ترکی کا تجربہ اس فکر اور نظریہ کو صدفی صد درست ثابت کرتا ہے کہ کوئی ملک یا ریاست صرف اس صورت میں حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بن سکتی ہے جبکہ وہاں منہج نبوی کی پیروی میں انقلاب برپا کیا جائے۔ ترکی میں بارہ سال سے اسلامی جماعت کی حکومت قائم ہے۔ طیب اردگان ایک اچھے، دیانت دار، محنتی، مخلص اور سمجھ دار حکمران ثابت ہوئے ہیں۔ اسلامی اقدار کے حوالہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ان کی اہلیہ حجاب پہنتی ہیں۔ طیب اردگان کی مسلسل جدوجہد، انتھک محنت اور اخلاص کا نتیجہ یہ تو

نکلا کہ ترکی دنیوی سطح پر ایک تیز رفتار ترقی کرنے والا ملک بن گیا، لیکن وہ ترکی کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف بارہ سال میں ایک بڑا قدم بھی نہ اٹھا سکے۔ مثلاً وہاں شرعی قوانین نافذ نہیں‘ معیشت میں سود کو ختم نہ کیا جاسکا اور معاشرتی سطح پر خواتین کو قرآن وسنت کی عائد کردہ پابندیوں میں نہ لایا جاسکا، بلکہ وہ تو شدت سے کوشش کرتے رہے کہ یورپی یونین میں شامل ہو جائیں مگر یورپ رضامند نہ ہوا۔ ہم طیب اردگان کی جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لیکن دنیا میں جہاں کہیں بھی کسی قوم اور ملک کو محنتی، مخلص اور دیانت دار حکمران ملا چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم اسی طرح کے نتائج نکلتے ہیں، وہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ ہم قطعی طور پر یہ شک نہیں کرتے کہ طیب ترکی کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہی نہیں چاہتے۔ وہ ایسا چاہتے ہوں گے لیکن فوج اور آئین اُن کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ یہی سمجھنے کی بات ہے۔ جو اسلامی جماعت انتخابات کے ذریعے برسر اقتدار آئے گی وہ چونکہ طاقت کے اصل منبع کو روندے بغیر بلکہ اس سے compromise کر کے آئے گی، لہٰذا اسے اسلام بھی compromised لانا ہوگا جبکہ عوامی انقلاب کے ذریعے کامیاب ہونے والی اسلامی جماعت قوت کے اصل سرچشموں کو پاؤں تلے روند کر اور انہیں شکست فاش سے دوچار کر کے آئے گی لہٰذا اسلام کے نفاذ کے حوالہ سے بھی اسے کوئی سمجھوتا کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ انقلابی جماعت تو کامیاب ہی اس وقت ہوگی جبکہ ماضی کی تمام غیر اسلامی اور انقلاب مخالف قوتیں بری طرح کرش ہو چکی ہوں گی، اور وہ کسی صورت اس قابل نہیں ہوں گی کہ مذکورہ ریاست کو اسلامی فلاحی بننے کے حوالے سے معمولی سی رکاوٹ بھی پیدا کر سکیں۔ ان مخالف قوتوں کو مکمل طور پر دفن کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ انقلاب کے نتیجہ میں برسر اقتدار آنے والی اسلامی جماعت اور شخصیت اسلام کے عادلانہ نظام اور شریعت کو تدریجی انداز میں نہیں بلکہ فوری اور انقلابی انداز میں نافذ کر دے وگرنہ تدریج مُردوں کو زندہ کر دے گی اور انقلاب مخالف قوتیں انقلاب کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گی۔

قصہ مختصر، جمہوریت کے راستے سے کسی اسلامی جماعت کی کامیابی اس ملک یا خطے کو اچھا مخلص دیانت دار حکمران تو فراہم کر سکتی ہے مگر اسے اسلامی فلاحی ریاست نہیں بنا سکتی، جو اصل ہدف ہونا چاہیے۔ البتہ ہم یہاں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا یہ قول دہرائے دیتے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے اور خصوصاً پاکستان کے حوالہ سے بات کیا کرتے تھے کہ ہمیں کامل یقین ہے کہ پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام صرف اور صرف منہج انقلاب نبویؐ کی پیروی میں ہی آسکتا ہے، لیکن فرض کریں کہ حقیقی اسلامی نظام جمہوری راستے‘ دعوت و تبلیغ یا یا کسی آمر کے ہاتھوں آجاتا ہے اور پاکستان واقعتاً ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جاتا ہے تو ہمیں آم کھانے سے غرض ہے، پیڑ گننے سے نہیں۔ ہم اسے دل و جان سے قبول کریں گے اور یہ اعتراف کرنے میں بھی بخل سے کام نہیں لیں گے کہ ہماری سوچ درست نہ تھی۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی اسی سوچ کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم دعا کرتے ہیں کہ الاخوان المسلمون کی مصر میں کامیابی سے مصر میں حقیقی اسلامی نظام اور شریعت محمدی کلیتاً نافذ ہو جائے۔ اس لیے کہ ہمارا ہدف پاکستان اور پھر کل دنیا میں اسلام کے عادلانہ نظام اور شریعت محمدی کا نفاذ ہے، نہ کہ کوئی خاص طریقہ کار۔ اسی بنیاد پر ہم محمد مُرسی صدرِ مصر کو یہ تجویز دیں گے کہ اگرچہ وہ جمہوری ذرائع سے کامیاب ہوئے ہیں لیکن اسلامی نظام اور شریعت محمدیؐ کو مصر میں انقلابی انداز میں نافذ کریں، کیونکہ دشمن تدریج‘ حکمت اور مصلحت اور نہ جانے کیسی کیسی اصطلاحات استعمال کر کے اور تاخیری حربوں سے ڈی ٹریک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ تازہ جذبے اور ولولے تدریج کے عمل سے ماند پڑ جاتے ہیں اور یہ نقصان ناقابل تلافی ہوتا ہے۔ اللہ تمام مصری مسلمانوں خصوصاً الاخوان المسلمون کو اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور وہ ربّ کی سرزمین پر ربّ کا نظام نافذ کر سکیں، اس لیے کہ دنیوی اور اُخروی طور پر سرخرو ہونے کا صرف یہی راستہ ہے۔ آمین یارب العالمین!

بیابہ مجلس اسرار

انقلابی کارکنوں کی تربیت

انقلابی جماعت کی تشکیل و تنظیم کے بعد انقلابی افراد کی تربیت اگلا مرحلہ افراد کی تربیت کا ہے۔ کیونکہ کچے پکے لوگوں کو جمع کر کے اگر کوئی یہ کام شروع کیا جائے، خاص طور انقلاب کا کام جہاں تصادم کا شدید ترین مرحلہ بھی آتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنی ناکامی کا سبب پہلے ہی سے خود فراہم کر لیا ہے۔ اس لئے کہ کچے پکے لوگوں کے ہاتھوں کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اس کام کے لئے بہت پختہ اور بہت مضبوط لوگ درکار ہیں۔ خام لوگوں سے کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ مثال کے طور پر اگر ریت کے بڑے بڑے گولے بنائے جائیں اور پھر انہیں کسی دروازے یا کھڑکی کے شیشے پر پوری قوت سے دے ماریں تو شیشے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس میں تو بال بھی نہیں پڑے گا، البتہ پھینکے ہوئے ریت کے گولے بکھر جائیں گے۔ لیکن اسی ریت کو بھٹی میں پکا کر پختہ اینٹ بنالیں، پھر اس اینٹ کو شیشے پر دے ماریں تو نتیجہ برآمد ہوگا کہ شیشہ کھیل کھیل ہو جائے گا۔ علامہ اقبال نے بڑے ہی پیارے اور بڑے ہی مؤثر انداز میں اسے فارسی میں خوب ادا کیا ہے۔ ؎

بانشۂ درویشی درساز و دمادم زن   چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

پہلا مرحلہ ہے تیاری کا۔ اس کے لئے درویشی چاہئے۔ خاک میں ملنا پڑے گا، آگ میں جلنا ہوگا، آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزرنا پڑے گا، نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا ہوگا۔ ان سب سے گزر کر پھر جب پختہ ہو جاؤ تو پھر اپنے آپ کو سلطنتِ جم پر دے مارو۔ یعنی اسلام یہ بھی نہیں چاہتا کہ بس اپنی ذاتی اصلاح ہی کو مقصود و مطلوب بنالو۔ یہ نہ ہو کہ خانقاہی مزاج ہی پختہ تر ہوتا چلا جائے اور میدان میں آنے کا مرحلہ ہی نہ آئے بلکہ وہ نظروں سے بالکل اوجھل ہو جائے۔ باطل سے تصادم کے لئے تیاری بھی بہت ضروری ہے، بغیر تیاری کے میدان میں آگئے تب بھی ناکامی ہے۔ لیکن اگر محض تیاری ہی ہوتی رہے اور باطل کے خلاف نبرد آزما ہونے کا خیال بھی دل میں نہ آئے تو وہ تیاری بے کار ہو جائے گی۔ اس تربیت کے ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ یہ محض انقلاب نہیں بلکہ اسلامی انقلاب کی تیاری ہے، اس لئے کارکنوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت ضروری ہے۔ اگر انقلابی کارکن ہی اُن اقدار کے پیکر نہ بن سکیں تو پیش نظر انقلاب میں کہاں سے وہ اقدار آجائیں گی اور کہاں سے وہ اَبعاد (Dimensions) آجائیں گے جو اس نظام کے لازمی اجزاء میں سے ہیں جو قائم کرنا مطلوب ہے۔ لہٰذا بنیادی طور پر فرق واقع ہو جائے گا۔

(بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ”منہج انقلاب نبویؐ“ سے ایک اقتباس)

نجات کا راستہ: اجتماعی توبہ

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے ایک سابقہ خطاب جمعہ سے ماخوذ

ماضی کی طرح آج ہم ایک مرتبہ پھر ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ایک طرف دنیا کی مصلحتوں اور دنیاوی طاقتوں کے سہارے آگے بڑھنے کا راستہ ہے' اور دوسری طرف سچے مسلمان بن کر وطن عزیز کو نظریاتی بنیاد پر منزل مراد کی طرف لے جانے کی شاہراہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ماضی میں جب بھی ہم کسی اہم موڑ پر پہنچے تو ہم نے اوّل الذکر راستہ اختیار کیا اور کم ہمتی' عافیت کوشی اور نامسلمانی کا سا طرزِ عمل اپنایا۔ ایمانی حقائق کے مطابق اللہ پر توکل اور یقین کو اپنا ہتھیار بنانا گوارا نہ کیا۔ اس سلسلے کی نمایاں مثال دینی تعلیمات اور قومی امنگوں سے متصادم افغان پالیسی ہے' جو نائن الیون کے بعد امریکی دھونس اور دباؤ کے نتیجے میں اپنائی گئی۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں رہی کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے امریکہ نے افغانستان پر جس وحشیانہ جارحیت اور درندگی کا ارتکاب کیا' یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہ تھی' بلکہ اِس کا مدعا افغانستان کی اسلامی امارت کا خاتمہ تھا۔ اِس طاغوتی جنگ میں ہم سے مطالبہ کیا گیا کہ افغان عوام کے قتل عام اور طالبان اقتدار کے خاتمہ میں ہمارا ساتھ دو' ہمارے آلۂ کار بنو، ورنہ تباہ کن نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ' ہم تمہیں پتھر کے دور میں لے جائیں گے۔ اِس نازک موڑ پر ہم نے خوف کی بنیاد پر اپنی افغان پالیسی سے یوٹرن لیا۔ اللہ کو بھلا کر امریکہ کو کائنات کی سب سے بڑی طاقت خیال کرتے ہوئے اس کے سامنے سر جھکا دیا اور اپنے افغان بھائیوں کے خلاف امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے اللہ پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے ایک ایسا فیصلہ نہ کیا جو ہماری ملی تاریخ اور دینی اَقدار و روایات کے شایانِ شان ہوتا۔

غلط افغان پالیسی کے نتیجے میں ہم نے اپنا سب کچھ لٹا دیا' دینی اقدار قربان کر دیں' غیرت کا سودا کیا' اپنے ملک میں بدامنی اور انتشار کی آگ لگا دی' قوم کی نظریاتی اساس پر کلہاڑا چلا دیا' مگر امریکہ پھر بھی ہم سے راضی نہ ہوا۔ وہ روز اوّل کی طرح ہم سے ''Do more!'' کا تقاضا کرتا رہا اور اب بھی کر رہا ہے اور ہمارے حکمرانوں کی حمیت سے عاری چاپلوسی اور غلامی کے باوجود اُن کی ''وفاداری'' کو مشکوک قرار دے رہا ہے۔ آئے روز اُس کی جارحیت سے ہماری خودمختاری

موجودہ زبوں حالی سے نجات کی صورت یہ ہے کہ اہل پاکستان اپنی انفرادی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی روش ترک کریں' اور اُس صراط مستقیم کی طرف پلٹیں جس سے ہم ہٹ چکے ہیں

مجروح ہوتی ہے' ہمیں دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ گویا ہماری حیثیت ایسی ہے کہ ہم نے سو جوتوں سے بچنے کے لئے سو پیاز کھائے' مگر اب سو جوتے بھی کھانے پڑ رہے ہیں۔ بحیثیت قوم دنیا میں ہماری کوئی وقعت نہیں۔ پاکستانی ہونا نفرت کی علامت بن چکا ہے۔ ایک طرف ہم داخلی طور پر شدید عدم استحکام کے شکار ہیں اور مسائل و مصائب کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں تو دوسری طرف بیرونی میڈیا میں ہماری توہین بھی کی جاتی ہے۔ دنیا ہمیں ایک خوددار اور باوقار قوم کی حیثیت سے نہیں دیکھتی' بلکہ امریکہ کی ایک طفیلی ریاست خیال کرتی ہے۔ عالمی پرنٹ میڈیا کے کارٹونسٹ ہمیں امریکہ کے ایک پالتو کتے کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

موجودہ زبوں حالی سے نجات کی صورت یہ ہے کہ ہم اہل پاکستان اپنی انفرادی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی روش ترک کریں' اور اُس صراط مستقیم کی طرف پلٹیں جس سے ہم ہٹ چکے ہیں۔ اِسی کا نام توبہ ہے۔ یہ انفرادی توبہ ہے اور یہ مقدم اور اہم تر ہے۔ ہر شخص یہ جائزہ لے کہ آیا اُس کی نماز' اُس کی قربانی اور اُس کا جینا مرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے؟ یا اُس نے مسلمانی کا محض لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور حقیقت میں نفس کا پجاری اور دولت و شہرت کا پرستار ہے اور وہ چند ٹکوں کے لئے اللہ کے دین' اُس کے احکامات کو قربان کر ڈالتا ہے! جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ (اے نبی) کیا آپؐ نے اُس شخص کی حالت پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟ ہر شخص اپنے احوال کا جائزہ لے اور شعوری طور پر بندگی اور اطاعت کی شاہراہ پر گامزن ہو' اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے۔ اسلام نام ہی فرماں برداری کا ہے' یعنی بندۂ مومن اپنی مرضی کو ترک کر دے اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی مرضی کے آگے سر جھکا دے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان و مال کھپا دے' اللہ کی راہ میں جہاد کرے، اُس کے نظام زندگی کے غلبے کے لئے اپنا تن من دھن لگا دے۔ سورۃ الصّف میں فرمایا گیا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۱۰ ﴾

''مومنو! کیا مَیں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذابِ الیم سے مخلصی دے؟''

اور سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾ ﴾

''اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے' جس کا پورا کرنا اُسے ضرور ہے' اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اُس سے خوش رہو۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ یہ ڈیل کی ہے کہ اگر وہ اللہ پر ایمان لائیں گے اور اُس کے دین کی اقامت کے لئے جان و مال کا انفاق کریں گے تو اُن کے لئے جنت ہے۔ دیکھئے' کوئی ڈیل اُسی وقت مؤثر ہوتی ہے جب دونوں فریق اپنے حصے کا کام کریں' اپنا وعدہ نبھائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ رب تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے' وہ ہمیں جنت عطا کرے' مگر اپنے ذمہ جو کام ہے اُسے انجام دینے کو تیار نہیں ہیں۔ پھر کیونکر جنت کی آرزو کر سکتے ہیں؟ ہم اطاعت وفرمانبرداری میں ڈنڈی مارتے ہیں۔ ہمارا طرزِ عمل یہ واضح کرتا ہے کہ کلی اطاعت ہمیں گوارا نہیں۔ ہم بزبان حال یہ کہہ رہے ہیں کہ اے پروردگار! ہم نمازیں پڑھ لیں گے' روزے رکھ لیں گے' حج ایک بار نہیں' ہر سال کر لیں گے' مگر معیشت کے میدان میں ہم تیرے احکامات پر نہیں چل سکتے' سود' رشوت اور غبن کو ترک کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اِسی طرح ہم اپنی معاشرت کو سنت کے مطابق نہیں بنا سکتے۔ ستر وحجاب کی پابندی بڑی مشکل ہے' یہ ہم سے نہیں ہو سکتی' کیونکہ ایسا کرنے سے ہم زمانے میں اجنبی بن کر رہ جائیں گے۔

حضرات! اگر بحیثیت قوم ہم سچی توبہ کر لیں' اور ہم میں سے ہر فرد اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائی پر کمر بستہ ہو جائے تو یقیناً ہمارے حالات سدھر سکتے ہیں۔ چمن کے مالی اگر شریعت کے موافق طرزِ عمل اپنا لیں تو چمن سے روٹھی بہاریں اب بھی لوٹ کر آ سکتی ہیں۔ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے سربلندی کا وعدہ کیا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایمان حقیقی کے حامل بن جائیں اور ایمانی تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ فرمایا:

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ 139 ﴾ (آل عمران)

''اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا' اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔''

قرونِ اولیٰ میں جب مسلمان صحیح معنوں میں صاحب ایمان بنے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا کیا۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی قوت بنے۔ چھبیس لاکھ مربع میل کے رقبے پر اسلامی حکومت قائم ہوئی اور وقت کی بڑی طاقتیں اُس کے سامنے سرنگوں ہوئیں۔ اگر کل ایسا ہوا تو آج بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اگر ہم ایمان کی شرط پوری کریں تو ہمیں عزت ووقار اور قوت واقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔

غلبہ وسربلندی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں اور بھی واضح انداز میں فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٥﴾ ﴾ (النور)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' اُن سے اللہ کا وعدہ ہے' کہ اُن کو ملک کا حاکم بنا دے گا' جیسا اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔ اور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے مستحکم وپائدار کرے گا اور خوف کے بعد اُن کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔''

اِس آیت میں ایمان اور عمل صالح کی شرائط پورا کرنے والے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا وعدہ کیا ہے۔

پہلی چیز استخلاف فی الارض ہے۔ یعنی اللہ ایسے لوگوں کو زمین میں غلبہ واقتدار عطا فرمائے گا۔

دوسرے یہ کہ اُن کے دین کو تمکن عطا فرمائے گا' اُسے غالب کر دے گا۔ زمین پر نظام شریعت کو بالادستی

پریس ریلیز 29 جون 2012ء

حکومت امریکی دباؤ کو مسترد کر کے نیٹو سپلائی نہ کھولنے کا واضح اعلان کرے

مصر کے صدارتی انتخاب میں محمد مُرسی کی کامیابی عالم اسلام کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے

حافظ عاکف سعید

ہمسائے ملک میں جدید ترین ٹیکنالوجی کی نہتے طالبان کے ہاتھوں شکست سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ افغان تخریب کاروں کے ذریعے ہماری سرحدوں پر جنگی کاروائیاں کر رہا ہے جس سے ہمارے جوانوں کی جانیں تلف ہو رہی ہیں علاوہ ازیں امریکہ اپنا جدید ترین بحری بیڑہ گودار کے پانیوں میں لے آیا ہے اور ہماری سمندری حدود کی خلاف ورزی کر رہا ہے امریکہ ان حربوں سے پاکستان کی سیاسی وعسکری قیادت پر دباؤ ڈالنا چاہتا ہے تاکہ پاکستان نیٹو سپلائی بحال کر دے۔ اُنہوں نے کہا پاکستان کے حکمرانوں کو اب اس حوالہ سے کسی قسم کا دباؤ قبول نہیں کرنا چاہیے اور نیٹو سپلائی نہ کھولنے کا واضح اعلان کر دینا چاہیے۔ اُنہوں نے مصر میں الاخوان المسلمون کے محمد مرسی کی کامیابی کو عالم اسلام کے لئے بہت بڑی خوشخبری قرار دیا۔ اور دعا کی کہ اللہ نئے صدر کو مصر میں اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی اور شریعت محمدیؐ کے نفاذ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

حاصل ہو جائے گی۔ اہل ایمان کو جو غلبہ و اقتدار اور حکومت ملے گی اُس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے نظام عدل اجتماعی کا سکہ رواں ہوگا۔ عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔ افراد معاشرہ حقوق سے بہرہ مند ہوں گے اور کوئی بھی شخص حقوق سے محروم نہ کیا جائے گا۔ دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں پہلے بھی گزری ہیں (اور آج بھی بساط عالم پر موجود ہیں) مگر اِن ریاستوں کا معاملہ یہ تھا کہ اُن میں ہر قسم کے سیاسی اور معاشی حقوق ایک محدود اقلیت کو حاصل ہوتے تھے۔ یہی طبقہ ہر قسم کی مراعات اور آسائشات سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ عوام ہر قسم کے حقوق سے محروم تھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اہل ایمان کو جو اعمال صالحہ کی شرط پر پورا اتریں گے‘ ایسی حکومت اور سلطنت عطا فرمائے گا جس میں عدل و انصاف کی حکمرانی ہوگی‘ اخوت و مساوات کے زمزمے بہہ رہے ہوں گے اور انسان کی عزت و تکریم کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے رب تعالیٰ کے عطا کردہ عادلانہ اور منصفانہ نظام کی فیوض وبرکات سے مستفید ہوں گے۔

تیسری چیز جس کا وعدہ اہل ایمان سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا۔ لوگوں کو اللہ کے علاوہ کسی طاقت کا خوف نہ ہوگا۔ انہیں نہ کسی جارح ریاست سے خطرہ ہوگا اور نہ داخلی سطح پر بدامنی و انتشار‘ چوری‘ ڈاکے اور قتل و غارت گری ہی کا خوف ہوگا۔ معاشرہ میں مثالی امن وامان ہوگا۔ ہر شخص کی جان‘ مال اور عزت وآبرو محفوظ ہوگی۔ اسلامی حدود اور تعزیرات کے نفاذ سے جرائم پر قابو پالیا جائے گا۔ جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔ اِن تین چیزوں کے علاوہ بعض دیگر مقامات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو خوشحالی عطا ہوگی۔ اور اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اسلام نے کفالت عامہ کا جو نظام دیا ہے‘ اُس کے تحت بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اور جب ریاست اسلامی ہوگی تو کوئی بھی شخص بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے گا۔

اگر ہم غور کریں تو آیت مذکورہ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے آج ہم اُن سے محروم ہیں۔ غلبہ و برتری اور خودمختاری اغیار کو حاصل ہے۔ ہم انہی کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اُنہی کی ڈکٹیشن پر پالیسیاں بناتے اور قوانین وضع کرتے ہیں۔ آج اقوام عالم کی نگاہ میں ہماری کوئی وقعت ہے اور نہ عزت واحترام۔ ہماری کہیں شنوائی نہیں۔ ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے...... داخلی سطح پر دین کو تمکن اور غلبہ حاصل نہیں۔ وہ ملک جو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا‘ اُس میں اسلام سے پسپائی کا سفر جاری ہے۔ اسلامی اقدار اور دینی تشخص کے خاتمے کے لئے ناپاک سعی ہو رہی ہے۔ اسلام کے نظام عدل کے نہ ہونے سے کسی کی جان و مال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں۔ جہاں ایک طرف معاشرے میں قتل اور ڈاکے عام ہیں‘ ڈکیتی اور اغوا کی وارداتیں ہو رہی ہیں‘ وہاں سرکاری ایجنسیاں بھی افراد کو اُٹھا کر غائب کر دیتی ہیں یہ اندھیر نگری اور بدترین چنگیزی نظام ہے جو ہمارے ملک پر مسلط ہے۔

جہاں تک خوف سے نجات اور امن و امان کی کیفیت ہے‘ اُس کا حال یہ ہے کہ ہر طرف خوف اور دہشت کی فضا ہے۔ کسی کو بھی جان و مال کا تحفظ حاصل نہیں ہے۔ امن وامان کے الفاظ ڈکشنری میں تو ملتے ہیں‘ مگر ہمارے معاشرے میں یہ اپنی معنویت کھو چکے ہیں۔ لاقانونیت اپنی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔ قانون کے محافظ خود ہی لٹیرے بن گئے ہیں۔ جرائم پیشہ عناصر کو اُن کی سرپرستی اور تعاون حاصل ہے۔

رہی بات خوشحالی کی تو یہ ملک کی ایک محدود اقلیت ہی کا مقدر ہے۔ یہ طبقہ امیر سے امیر تر ہو رہا ہے۔ دوسری طرف عوام کی بہت بڑی تعداد خط غربت سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے‘ اور ایسے لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ہماری مڈل کلاس بھی بڑی تیزی سے غربت کی لکیر سے نیچے جا رہی ہے۔ اور خطِ غربت سے نیچے جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم ہیں۔ انہیں مناسب خوراک‘ لباس کے علاوہ‘ علاج معالجہ‘ صحت اور تعلیم کی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ اُن پر قافیۂ حیات تنگ ہو چکا ہے۔ لوگوں کے لئے یوٹیلٹی بل ادا کرنا بھی مشکل ہو چکا ہے۔

اِس صورتحال کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف روز بروز خودکشی کی وارداتیں بڑھ رہی ہیں اور دوسری طرف کرپشن اور لوٹ کھسوٹ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عام آدمی کی نگاہ میں رشوت اور غلط ذرائع سے مال و دولت کا حصول کوئی برائی نہیں رہی کہ اِس کے بغیر زندگی کی گاڑی رواں دواں نہیں رہ سکتی۔ بچوں کے سکول کی فیسیں اور یوٹیلٹی بل ادا کرنے ہیں‘ اس کے لئے جیسے بھی پیسہ ہاتھ آئے‘ حاصل کرنا چاہیے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس ناگفتہ بہ صورتحال پر بھی اقتصادی میدان میں ترقی کے دعوے کئے جا رہے ہیں۔

ہمارے موجودہ حالات یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ہم بحیثیت قوم اجتماعی توبہ کریں‘ اللہ کی دین و شریعت کی پیروی کریں اور دورنگی اور منافقت کو ترک کر دیں۔

قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿١٦﴾ ﴾ (الحدید)

”کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو (خدائے برحق (کی طرف) سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت اُن کے دل نرم ہو جائیں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو (اُن سے) پہلے کتابیں دی گئی تھیں‘ پھر اُن پر زمان طویل گزر گیا تو اُن کے دل سخت ہو گئے‘ اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں۔“

ہم پر ذلت و رسوائی کا جو عذاب مسلط ہے یہ ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا ہے۔ کسی ایک شخص کو موردِ الزام ٹھہرا کر ہم بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم پر ظالم حکمران مسلط ہیں تو یہ بھی ہمارے اعمال کے سبب ہیں‘ لہٰذا محض کسی شخص کو اقتدار سے ہٹا دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

ہمارے مسائل حل تب ہوں گے جب ہم سب گڑگڑا کر اللہ کے حضور توبہ کریں اور اپنا قبلہ درست کریں۔ پوری قوم قوم یونس علیہ السلام کی سی توبہ کرے‘ اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرے‘ اپنا تعلق مضبوط کرے۔ اور پھر یہ ملک جس میں الحاد‘ سیکولرازم اور فحاشی وعریانی کو فروغ دیا جا رہا ہے‘ اُس کے خاتمے کے لئے قوم میدان میں آئے‘ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرے۔ اللہ کا دین غالب ہوگا تو مسائل و مصائب کے گرداب سے بھی ہمیں نجات حاصل ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بہترین اور بدترین حکمران

عتیق الرحمٰن صدیقی

ہمارے انداز نرالے ہیں، منہ کے تو مومن ہیں مگر دِل کے باغی ہیں۔الفاظ ومعانی میں تفاوت ہے اور دعویٰ اور عمل میں تضاد ہے، زبان دل کی رفیق نہیں۔ بڑھکیں مارنے میں ہمارا کوئی ثانی نہیں۔عدلیہ کی توہین کرنے میں کوئی عار نہیں۔فوج کی تضحیک کرنے میں تامل نہیں، اداروں کو متصادم کرنے اور انہیں باہم رزم آرا کرنے میں ہمیں کوئی خفت اور شرم ساری نہیں۔ عوام گونا گوں مسائل سے دوچار ہیں، ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں، ہمارا مسئلہ صرف ایک ہے کہ ہمارا اقتدار کیسے محفوظ رہے، ہماری شوکت وسطوت کا کیسے بول بالا ہو، کرسی پر کیسے براجمان رہیں۔لوگ دشنام سے یاد کریں، بددعائیں دیں، لعن طعن کریں، مگر ان کی بلا سے بوم بسے یا ہُما رہے۔مشکل اور دشوار گزار ساعتوں میں لا الٰہ الا اللہ کا ورد ہو، اسلام کی للکار ہو مگر سازگار حالات میں اللہ کی سرکشی بھی ہو اور اس سے بغاوت بھی ہو، اسلامی اقدار سے استہزا بھی ہو اور پھر اس بات کی کوئی پروا نہ ہو کہ اچانک اللہ کا عذاب بھی آ سکتا ہے، اس کی پھٹکار بھی پڑ سکتی ہے، سب کیا کرایا غارت بھی ہوسکتا ہے۔

اللہ کا حکم یہ ہے کہ عدل سے کام لو اور احسان کرو۔اس کا واضح حکم ہے ”بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا۔“ (النحل) وہ فرماتا ہے ”اور عدل کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ (الحجرات) سات اشخاص جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں لے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ان میں ایک عادل حکمران بھی ہوگا۔مگر جہاں عدل کا تورا بورا بنایا جا رہا ہو، میرٹ کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہوں، ظلم وزیادتی کرنے میں کوئی شے مانع نہ ہو، مفلس کی کٹیا سونی پڑی ہو، امیروں کے محل جگمگ جگمگ کر رہے ہوں، روٹی کے دو لقموں کو ترستے عوام کراہ رہے ہوں، پریشانیوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہوں، ان کی آہوں کا دھواں آسمان کو چھو رہا ہو تو ظاہر ہے ایسے میں بے یار ومددگار لوگ عیاش حکمرانوں سے نجات پانے کی دہائی ہی دیں گے۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو، اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں، تم ان کے لیے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعا کرتے ہیں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہیں، تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں۔راوی کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ایسے حکمرانوں سے علیحدگی اختیار نہ کرلیں۔فرمایا: نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں۔“ (مسلم)

صدر ہو یا وزیر اعظم یا امیر اچھے مشیر یا وزیر انہیں صائب اور درست مشورے دیتے ہیں، تاکہ وہ جادۂ مستقیم پر گامزن رہیں۔ بُرے مشیروں اور وزیروں کو اپنی منفعت سے غرض ہوتی ہے۔چنانچہ وہ خود بھی ڈوبتے ہیں اور امیر کو بھی ڈبو دیتے ہیں

ہمارے ملک کے حکمرانوں پر حدیث کے دوسرے حصے کا اطلاق ہوتا ہے۔ پوری قوم ایک طرف ہے اور یہ اور ان کے چند چاہنے والے دوسری طرف ہیں، مبغوض بھی ہیں اور مقہور بھی، ان سے خدا واسطے کا بیر نہیں بلکہ روٹی کپڑا اور مکان کے جھوٹے دعوے کا ردعمل ہے۔اہل ایمان کو قوت اور تمکنت میسر آتی ہے تو وہ صلوٰۃ کا نظام قائم کرتے ہیں، ادائی زکوٰۃ کی تنظیم کرتے ہیں مگر یہاں اقامت صلوٰۃ کا دور دور تک گزر نہیں اور زکوٰۃ دینے کا جو اہتمام ہے وہ ناقص ہے۔ ایسے میں افسردہ اور پژمردہ لوگ ارباب اقتدار سے اظہار نفرت نہ کریں تو کیا کریں۔

اقتدار کی طلب اور خواہش اسلام میں پسندیدہ تصور نہیں کی جاتی ہے، مگر یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے، سیاستدان راتوں رات پارٹیاں بناتے ہیں اور ہوا کا رخ بھانپنے میں مصروف رہتے ہیں۔ عہدوں اور مناصب کے لیے مدتوں کی وفاداری بدلنے میں نہ تاخیر کرتے ہیں اور نہ اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کرتے ہیں۔حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت کا سوال کبھی نہ کرنا، کیونکہ اگر بغیر طلب کیے تجھے امارت دی گئی تو اس پر تیری مدد کی جائے گی اور اگر تیرے طلب کرنے پر تجھے امارت دی گئی تو تجھے امارت کے سپرد کر دیا جائے گا (اور تو نصرتِ خداوندی سے محروم ہو جائے گا) اور جب تو کسی بات پر قسم کھائے اور پھر تجھے معلوم ہو کہ دوسرا پہلو اس سے بہتر ہے تو بہتر پہلو پر عمل کر اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔“ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تم امارت کی حرص کرو گے اور امارت قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی۔“ (بخاری)

صدر ہو یا وزیراعظم یا امیر اچھے مشیر یا وزیر انہیں صائب اور درست مشورے دیتے ہیں، تاکہ وہ جادۂ مستقیم پر گامزن رہیں، کج روی کا شکار ہو کر عوام کے ہاں معتوب نہ بن جائیں۔بُرے مشیروں اور وزیروں کو اپنی منفعت سے غرض ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ خود بھی ڈوبتے ہیں اور امیر کو بھی ڈبو دیتے ہیں کیا آج ہمارے حکمرانوں کے ساتھ یہی نہیں ہو رہا ہے۔حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جب اللہ تعالیٰ کسی امیر کے متعلق بہتری کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے ساتھ ایک مخلص وزیر مقرر کر دیتا ہے۔اگر وہ بھول جائے تو اس کو یاد دلاتا ہے اور اگر یاد ہو تو اس کی اعانت کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی امیر کے متعلق اس سے مختلف ارادہ فرماتا ہے تو ایک برا وزیر اس کے ساتھ لگا دیتا ہے۔اگر امیر بھول جائے تو وہ یاد نہیں دلاتا۔اور اگر اس کو یاد رہے تو وہ اس کی مدد نہیں کرتا۔“ (ابوداؤد)

وزیراعظم کی نااہلی اور بگڑتے ہوئے ملکی حالات

خلافت فورم میں فکرانگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: ایوب بیگ مرزا، بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

میزبان: وسیم احمد

سوال : وزیراعظم کی نااہلی کے فیصلے پر روشنی ڈالیے اور یہ بھی بتایئے کہ 26 اپریل اور 19 جون 2012ء کے عدالتی فیصلوں میں کیا فرق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک 26 اپریل اور 19 جون 2012ء کے فیصلوں میں فرق کا معاملہ ہے تو عوامی سطح پر اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جیسے آپ کے پاس کوئی ناپسندیدہ شخص آئے تو آپ اُسے شائستگی سے واپس جانے کا کہیں لیکن اگر وہ آپ کی بات نہ مانے تو آپ انتہائی سخت الفاظ میں اُسے اپنی نظروں کے سامنے سے دور جانے کا کہیں۔ یہی فرق 26 اپریل اور 19 جون کے عدالتی فیصلوں کا ہے۔ 26 اپریل کو چیف جسٹس نے انتہائی شائستہ الفاظ میں یوسف رضا گیلانی سے کہا تھا کہ آپ نااہل ہو چکے ہیں، لہٰذا آپ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیں، لیکن اُنھوں نے انتہائی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے عہدے سے استعفا دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا چیف جسٹس نے اپنے آئینی اور قانونی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اُنھیں وزارتِ عظمیٰ کے عہدے سے زبردستی چلتا کیا۔ 26 اپریل کا فیصلہ سات جج صاحبان نے دیا تھا، جس میں یوسف رضا گیلانی کو وزارت عظمیٰ کے عہدے کے لئے نااہل قرار دیا گیا تھا۔ چونکہ 26 اپریل کے فیصلے کے خلاف حکومت کی جانب سے کوئی اپیل نہیں کی گئی تھی اور جس فیصلے کے خلاف اپیل نہ ہو اُسے حتمی تصور کیا جاتا ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے پر حکومت کے پاس اپیل کرنے کے لیے 30 دنوں کی مہلت موجود تھی جو کہ وہ اب گنوا چکی تھی۔ لہٰذا حکومت نے اپنی روایتی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وزیراعظم کی اہلیت کے معاملہ کو سپیکر قومی اسمبلی سے مشروط کرنا شروع کر دیا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سپیکر قومی اسمبلی کو ہی ایسے فیصلے کرنے ہوتے تو ارکان قومی اسمبلی کے مقدمات عدالتوں میں کیوں چلتے۔ لہٰذا عدالت عظمیٰ کے تین رکنی بینچ نے براہِ راست الیکشن کمیشن آف پاکستان کو یہ ہدایات جاری کیں کہ یہ شخص اب وزیراعظم نہیں رہا ہے، لہٰذا اس کو فوراً اس عہدے سے ہٹایا جائے۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے عدالت عظمیٰ کے فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے چند گھنٹوں کے اندر اندر یوسف رضا گیلانی کو آئندہ پانچ سال کے لیے نااہل قرار دینے کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔

سوال : پیپلز پارٹی کی حکومت نے وزیراعظم کی نااہلی کے سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس سے قبل پیپلز پارٹی کی حکومت اور گیلانی صاحب کا یہ موقف تھا کہ میری نااہلی کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی، کیونکہ پارلیمنٹ کو سپریم قرار دیا جا رہا تھا مگر اب سپریم کورٹ کے تازہ ترین فیصلے کے بعد کیا یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ سپریم عدلیہ ہے نہ کہ پارلیمنٹ؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : تاریخی لحاظ سے دُنیا میں جب سماجی انقلاب برپا ہوا تو ریاستیں اور حکومتیں وجود میں آئیں اور ان کے ساتھ کچھ ادارے بھی وجود میں آئے۔ ریاست اور حکومت کے اندر ہر ادارے کی اپنی جگہ ایک خاص اہمیت ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ ایک ایسا اہم ادارہ ہے جس کا کام قانون سازی کرنا ہے۔ لیکن جہاں تک عدالت کا معاملہ ہے تو پارلیمنٹ کے وجود میں آنے سے بھی کئی سو

> **یوسف رضا گیلانی کا دورِ حکومت تاریخ پاکستان کا سیاہ ترین دور کہلائے گا**

سال پہلے جب بادشاہوں اور مسلم خلافت کا دور چل رہا تھا، اس وقت بھی عدالت کا نظام سب سے اعلیٰ اور منفرد نظام تصور کیا جاتا تھا۔ یعنی دورِ خلافت میں قاضی القضاۃ اپنی عدالتوں میں خلیفۂ وقت کو بھی طلب کر لیتے تھے۔ اسی طرح کسی بھی ریاست یا حکومت میں کسی بھی معاملے میں آخری فتویٰ اور فیصلہ اُس ریاستی عدالت کے قاضی القضاۃ کی طرف سے ہوتا تھا۔ پارلیمنٹ جو قانون ساز ادارہ ہے اس کے اسپیکر کی رولنگ کی حیثیت پارلیمنٹ کے اندر اپنی جگہ اہم مقام رکھتی ہے۔ اگر قانونی سازی کے لئے سادہ اکثریت اور آئین میں ترمیم کے لئے دوتہائی اکثریت ہو تو ملکی آئین و قانون میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ملکی قوانین اور آئین کی تشریح میں کوئی تنازع پیدا ہو جائے تو اس کے حتمی فیصلہ کا حق ملک کی اعلیٰ عدلیہ کے پاس ہے۔ لہٰذا موجودہ تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں اپوزیشن نے سپیکر قومی اسمبلی کے فیصلے کو ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ دُنیا میں یہ ایک مسلمہ اُصول ہے کہ آئین کی تشریح کے حوالے سے جب بھی بات آئے گی، اس کا فیصلہ عدالت عظمیٰ کرے گی۔ یعنی کسی بھی ملک کا آئین ہمیشہ سپریم ہوتا ہے اور اس کی تشریح کا اختیار اعلیٰ عدلیہ کے پاس ہوتا ہے۔

سوال : اس بات پر روشنی ڈالیے کہ گیلانی صاحب نے اپنے دورِ حکومت میں کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے؟

ایوب بیگ مرزا: میں آپ کے ڈاکٹر مرتضیٰ صاحب کو کیے گئے سوال کے حوالے سے عرض کروں گا۔ اس وقت دنیا میں اکثر حکومتوں کے آئین کے تحت صدر کو جج کے تقرر کا اختیار تو حاصل ہے لیکن صدر اُس جج کو اپنی مرضی سے ہٹا نہیں سکتا۔ لہٰذا عدلیہ کی آزادی کسی بھی معاشرے میں ایک اہم ستون کا مقام رکھتی ہے۔ اب جہاں تک گیلانی صاحب کے دورِ حکومت میں سرانجام پانے والے کارہائے نمایاں کا تعلق ہے تو میرے خیال میں یہ دور پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دور کہلائے گا۔ اس چار سالہ دورِ حکومت میں وہ اسٹیل مل جو آج سے پانچ سال قبل ہمارے ملک کا منافع بخش ادارہ تھا آج بائیس ارب روپے کی مقروض ہے۔ اسی طرح P.I.A اپنی کارکردگی کے اعتبار سے کبھی دُنیا کی صفِ اوّل کی ائیرلائن شمار ہوتی تھی آج وہی ائیرلائن دیوالیہ ہو چکی ہے۔ ریلوے کا حال ویسے تو کبھی بھی اچھا نہیں رہا ہے، لیکن گزشتہ چار سالوں کی کارکردگی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاید ریلوے اب ختم ہی ہو جائے گی۔ معیشت کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو جتنا قرضہ پاکستان کی تاریخ میں گزشتہ ساٹھ سالوں میں لیا گیا تھا، اتنا ہی قرضہ گزشتہ چار سالوں میں لیا گیا ہے۔ اسی طرح مہنگائی اور بیرونی سرمایہ کاری کے حوالے سے گزشتہ چار سالوں میں ہماری معیشت کا معاملہ انتہائی خراب رہا ہے۔ گیلانی حکومت نے چند مثبت کام بھی کیے ہیں جیسے آئین اور قانون کے حوالے سے گیلانی صاحب کے دورِ حکومت میں اٹھارویں، انیسویں اور بیسویں آئینی ترامیم پارلیمنٹ نے منظور کی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ دُنیا میں کسی بھی حکومت میں اتنی زیادہ آئینی ترامیم کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اتنی ترامیم تو آج تک امریکہ

کے آئین میں بھی نہیں ہوئی ہیں، جتنی ہمارے آئین میں گزشتہ چار سالوں کے دوران ہو چکی ہیں۔

سوال : آپ کے خیال میں کیا نیا وزیراعظم سوئس حکام کو خط لکھے گا۔ اگر نہیں تو کیا اسے بھی توہین عدالت کا سامنا کرنا پڑے گا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں اس سارے معاملہ کی عدالتی کارروائی اور اس کے نتیجے میں آنے والے فیصلے کے پس منظر میں جانا ہوگا۔ جیسا کہ چیف جسٹس صاحب نے بحال ہونے کے بعد سب سے پہلے N.R.O کیس کو فوقیت دی تھی۔ چیف جسٹس نے اس N.R.O کے سارے ڈراما کو کالعدم قرار دے دیا تھا اور اس وقت اگر حکومت چاہتی تو اس معاملے کا پارلیمنٹ میں دفاع کر سکتی تھی لیکن حکومت کی اتحادی جماعتوں نے N.R.O والے معاملے پر حکومت کا ساتھ نہ دیا جس کی وجہ سے حکومت پارلیمنٹ میں اس سلسلے میں کوئی قانون سازی نہ کر سکی۔ لہٰذا N.R.O اور اس کے تحت ہونے والے فیصلے کالعدم قرار دے دیے گئے۔ بعد میں عدلیہ کی جانب سے موجودہ حکومت پر یہ دباؤ آیا کہ وہ سوئس حکومت کو دوبارہ سے مقدمات بحال کرنے کے لیے خط لکھے۔ لہٰذا وزیراعظم پر بحیثیت سربراہِ حکومت یہ ذمہ داری تھی کہ وہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو تسلیم کرتے۔ لیکن جب دو سال تک وزیراعظم صاحب نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو سنجیدگی سے نہیں لیا تو پھر سپریم کورٹ نے اس سارے معاملے کو توہین عدالت کے زمرے میں لیا، لیکن جب حکومت نے پھر بھی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ سوئس حکومت کو خط نہیں لکھا جائے گا تو پھر وزیراعظم توہین عدالت کے زمرے میں آئے اور آخر کار انھیں وزارتِ عظمیٰ سے فارغ اور آئندہ پانچ سال کے لیے نااہل قرار دے دیا گیا۔ اب نئے وزیراعظم کو سپریم کورٹ کے اُس فیصلے پر عمل درآمد کرنا ہوگا کیونکہ ماضی میں اس معاملے پر تمام دلائل کے ساتھ یہ بحث ہو چکی ہے کہ وزیراعظم کو سوئس حکومت کو کیوں خط نہیں لکھنا چاہیے۔ لہٰذا اب وقت ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے نئے وزیراعظم کو سوئس حکام کو خط لکھنا پڑے گا۔ وگرنہ وہ بھی توہین عدالت کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

سوال : یہ کہا جا رہا ہے کہ ڈاکٹر ارسلان افتخار کیس عدلیہ اور چیف جسٹس کو بدنام کرنے کی حکومتی سازش تھی لیکن سپریم کورٹ کی جانب سے جو اتنا بڑا فیصلہ آیا ہے کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اس سے ڈاکٹر ارسلان افتخار کیس پس منظر میں چلا جائے گا؟

ایوب بیگ مرزا : ڈاکٹر ارسلان افتخار کیس اور وزیراعظم کی نااہلی کے معاملہ پر مجھے سورۂ آل عمران کی وہ آیت یاد آ رہی ہے جس میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ (ترجمہ:) ''اور وہ چالیں چلتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنا والا ہے۔'' حکومت کی یہ سازش تھی کہ ڈاکٹر ارسلان افتخار کیس کے ذریعہ چیف جسٹس پر اتنا اخلاقی دباؤ بڑھایا جائے کہ وہ خود بخود اپنے اس عہدے سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ لیکن آپ دیکھیں کہ دُنیا نیوز چینل کی آف دی ریکارڈ ویڈیو منظر عام پر آ جانے سے چیف جسٹس کی عزت و وقار میں مزید اضافہ ہو گیا۔ جہاں تک ملک ریاض کا معاملہ ہے کہ اب اُسے ملک بھر سے نہ تو کوئی وکیل اپنی صفائی کے لیے مل رہا ہے اور نہ ہی کوئی ٹی وی چینل اُنھیں اپنے کسی پروگرام میں بلانے کو تیار ہے۔ اس سارے کھیل کو آپ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہی سمجھیں۔

> **نئے وزیراعظم کو سوئس حکام کو خط لکھنا پڑے گا ورنہ وہ بھی توہین عدالت کا مرتکب قرار پائے گا**

سوال : پنجاب میں تاریخ کی بدترین لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے اب وزراء اور ارکان اسمبلی کے گھروں پر حملے ہونے لگے ہیں، جس کے نتیجے میں فائرنگ سے ہلاکتوں کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا نئے وزیراعظم بجلی کے اِس بحران پر قابو پا لیں گے اور اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو کیا یہ ہنگامے آگے چل کر کسی خونی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : وسیم صاحب آپ نے بہت اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس موضوع پر مفصل گفتگو ہو سکتی ہے۔ جان لیجیے کہ یہ صرف لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پورے ملک کی معاشی زبوں حالی کا مسئلہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ملک میں پائیدار الیکٹرک پاور کے منصوبے بنائے جاتے، لیکن بدقسمتی سے ہم ایک مسلمان امت بننا تو درکنار صحیح طریقہ سے ایک قوم بھی نہیں بن سکے ہیں۔ لہٰذا کچھ صوبوں کی مخالفت کی بنا پر یہ ایشو گزشتہ بیس سالوں سے جوں کا توں پڑا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پچھلی فوجی اور سول حکومت میں رینٹل پاور پروجیکٹ شروع کیے گئے جو اس مشکل سے چھٹکارے کا حل تھا۔ چونکہ ہمارا ملک تیل میں خود کفیل نہیں ہے، لہٰذا توانائی کا یہ حصول آہستہ آہستہ مشکل ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ اس سارے کام کے لیے پیسے چاہئیں جبکہ ہمارے اسٹیٹ بینک کا تو یہ حال ہے کہ وہ اضافی نوٹ چھاپ کر تنخواہیں دینے کا بندوبست کر رہا ہے۔ لہٰذا اصل مسئلہ توانائی پیدا کرنے کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنا پیسہ ہی نہیں ہے کہ ہم باہر سے تیل درآمد کر کے ملک میں موجود توانائی کے بحران پر قابو پا سکیں۔ یوں چھوٹے تاجر سے لے کر ایک بڑے صنعت کار تک سب کے سب کاروباری لحاظ سے انتہائی بری حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا اب عوام کے روز بروز بڑھتے احتجاج کے سامنے حکومت بھی بے بس ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً گزشتہ دنوں ٹرین کو جلانے جیسے واقعہ سے لے کر ممبران قومی اسمبلی و صوبائی اسمبلیوں کے گھروں پر تک حملہ کیا گیا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر اگر اس بحران پر جلد از جلد قابو نہ پایا گیا تو پھر حالات حکومت اور انتظامیہ کے ہاتھ سے نکل جائیں گے، کیونکہ عوام واقعتاً بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے اتنے تنگ آ چکے ہیں کہ انہوں نے سرکاری املاک پر حملے کرنا شروع کر دیے ہیں۔

سوال : بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی جب مرحوم صدر فاروق لغاری سے اُن کے صدر بننے کے بعد ملاقات ہوئی تو ڈاکٹر صاحب نے صدر فاروق لغاری سے فرمایا کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ میں اس موقع پر آپ سے تعزیت کروں یا مبارک باد پیش کروں، کیونکہ اس دنیا میں کسی شخص کو جتنا بڑا عہدہ ملتا ہے آخرت میں اُس شخص سے اتنے ہی کڑے احتساب اور جواب دہی کا معاملہ ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں آپ نئے آنے والے وزیراعظم کو کیا نصیحت کریں گے؟

ایوب بیگ مرزا : میری نظر میں مرحوم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا یہ انتہائی خوبصورت جملہ ہے جو اُنھوں نے ایک حکمرانِ وقت کو اس کے منہ پر کہا تھا۔ واقعتاً ہمیں تاریخ میں حضرت عمر بن خطابؓ جیسے عظیم اور متقی حکمران بھی ملتے اور اس کے بالکل برعکس رنگیلا شاہ جیسے حکمران بھی دکھائی دیتے ہیں۔ لہٰذا پہلی صورت میں مبارک باد کا معاملہ ہے اور دوسری صورت میں انتہائی خسارے کے ساتھ تعزیت والا معاملہ ہے۔ اسی طرح مولانا مودودیؒ کی زندگی میں ہی میاں طفیل محمد جماعت اسلامی کے امیر منتخب ہوئے تھے تو مولانا مودودیؒ نے اُنھیں ٹیلی فون پر مبارک باد پیش کی تو میاں طفیل نے جواباً انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تھا۔ جس پر مولانا مودودیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے جو کہا ہے وہ بھی درست ہے اور آپ نے جواب میں جو کہا ہے وہ اس سے بھی زیادہ درست ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ کسی بھی حاکم کے لیے ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص تنے ہوئے رسے پر چل رہا ہو۔ اس سب کے باوجود ہمیں آج کے دور میں بھی ایسی

بہت سی مثالیں مل جاتی ہیں کہ جہاں حکمرانوں نے اپنے عوام کے لیے بہتری کے اسباب پیدا کر کے معاشرے کو خوشحال اور امن وامان کا گہوارہ بنایا ہے۔ مثال کے طور پر مغرب میں آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اگرچہ وہ غیر مسلم مما لک ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اسلام ہی سے بہت سی اچھی باتیں مستعار لے کر اپنے معاشرے میں رائج کر رکھی ہیں۔ آپ مغرب میں مفت صحت اور تعلیم کے معاملے کو ہی دیکھ لیں کہ کیسے اُنھوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت کی ان روایات کو اپنایا اور آج اُس کے ثمرات پوری دُنیا کے سامنے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو حکمرانی کا موقع ملے تو ایک لحاظ سے اُس شخص کے لیے بہت مبارک باد کی بات بھی ہوتی ہے، لیکن اگر وہ شخص اپنی ذمہ داری احسن طریقہ سے سرانجام نہیں دیتا تو اس کے لیے یہ انتہائی خسارے کا سودا بھی ہے۔

سوال : مشہور کہاوت ہے کہ یہ دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ یہاں جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک وقت تھا کہ سابق صدر پرویز مشرف ملک کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں کمانڈو ہوں۔ میں نے موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ میں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں۔ اسی زعم میں انہوں نے چیف جسٹس کو کارنر کرنے کی کوشش کی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہی پرویز مشرف جو سیاہ وسفید کا مالک تھا آج اپنے وطن کی سرزمین میں قدم رکھنے کو ترس رہا ہے۔ اسی طرح کی دوسری مثال ارسلان افتخار کیس اور اُس کے ڈراپ سین کے حوالے سے دی جاسکتی ہے۔ میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ ہماری اشرافیہ اِن مثالوں سے عبرت حاصل کیوں نہیں کرتی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : انسانی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ کوئی بھی انسان تاریخ سے سبق نہیں سیکھتا۔ کوئی بھی نیا آنے والا حکمران پہلے یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ پچھلے حکمران کی جانب سے ہونے والی غلطیوں سے اجتناب برتے گا اور زیادہ تیس مار خان ثابت ہوگا۔ لیکن دُنیا گواہ ہے کہ اس حکمران سے بھی نئی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں اور وہ اپنی غلطیوں سے کچھ سبق نہیں سیکھتا۔ وہ جو دوسروں کے لیے گڑھے کھودتا ہے آخر خود اُس گڑھے میں گر جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ روایت عام ہے کہ جو بھی نئی حکومت آتی ہے وہ آئین میں ترامیم اور تبدیلیاں کرتی ہے، تاکہ اپنے اقتدار کو نہ صرف طول دے سکے بلکہ اپوزیشن پر بھی کڑا پہرہ بٹھا سکے۔ لیکن بعد میں وہ خود انہی مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے، جس کا بندوبست خود اُس حکومت نے دوسروں کے لیے کیا ہوتا ہے۔ جیسا کہ پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ مشرف نے آئین میں تبدیلیاں ہی اِس لیے کی تھیں کیونکہ عدلیہ سے اِس کا اختیار مل گیا تھا۔ اور اِن تبدیلیوں کا بنیادی مقصد ہی یہ تھا کہ عوام کے فیصلے وہ

کسی بھی ملک میں سپریم ہمیشہ آئین ہوتا ہے اور اُس کی تشریح کا اختیار ہمیشہ عدلیہ کے پاس ہوتا ہے

انفرادی سطح پر کر سکے، تاکہ اُن کے اقتدار کو طول ملتا رہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مشرف کو بھی ایک غلطی لے بیٹھی۔ بحیثیت مسلمان ہمارے لیے کتابِ ہدایت قرآن مجید ہے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پچھلی قوموں کے واقعات سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کتنی ہی بستیاں اِن سے پہلے گزر چکی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہلاک کر چکا ہے اور وہ قومیں موجودہ قوموں سے زیادہ طاقتور تھیں۔ مثال کے طور پر قوم فرعون کا قرآن پاک میں ذکر آتا ہے کہ وہ اپنے وقت کی بہت طاقتور قوم تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا تھا۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بحیثیت مسلمان ہم قرآن سے کوئی نصیحت اور عبرت حاصل نہیں کرتے۔ قرآنِ پاک کو ہم نے صرف ایصالِ ثواب اور حصولِ ثواب کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے محاسبہ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ اگر یہ بات ہمارے ذہنوں میں مستحضر رہے تو نہ صرف ہم تاریخ سے بھی سبق حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ہمارا رویہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ہوگا۔

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدرالرحمٰن)

قارئین! اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور Youtube.com/khilfatforum پر دیکھی جاسکتی ہے۔ پروگرام کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز media@tanzeem.org پر ارسال فرمائیں

شمارہ جولائی 2012ء

غلبۂ واقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی:
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

خس کم، ہنوز جہاں ناپاک	ایوب بیگ مرزا
مرزا قادیانی کا جہاد کو حرام قرار دینے کا ابلیسی فیصلہ	انجینئر مختار فاروقی
عظمت قرآن وصاحب قرآنؐ اور دورِ حاضر میں اس کے تقاضے	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن
صدق وسچائی: اخلاقی خوبیوں کی اصل بنیاد	عتیق الرحمٰن صدیقی
دین اسلام کے تین مراتب	حافظ محمد مشتاق ربانی
اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	حافظ محمد زاہد
مولانا وحید الدین خان: اپنے الفاظ کے آئینے میں (۵)	ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "بیانُ القرآن" تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 042-35869501-3، email:maktaba@tanzeem.org

کالا باغ ڈیم کی مخالفت: قومی سلامتی پر حملہ

کیپٹن (ر) سید خالد سجاد

کالا باغ ڈیم بنانے یا نہ بنانے کا فیصلہ صرف شمس الملک جیسے مایہ ناز انجینئرز کے ماتحت بنائی گئی ملک کے قابل ترین انجینئرز کی کمیٹی ہی کر سکتی ہے۔ تربیلا ڈیم 1978ء میں تکمیل کے مراحل طے کر کے ملک کو تین ہزار میگاواٹ بجلی فراہم کرنے لگا تھا۔ تب T.J.V کا سارا عملہ حکومت کی طرف سے کالا باغ ڈیم کی تعمیر شروع کرنے کے حکم کا منتظر تھا، جو اس وقت کے تخمینہ کے مطابق اڑھائی سے تین بلین ڈالر میں تعمیر ہو سکتا تھا اور اُس کی تعمیر کے لئے صرف تین سال کی مدت درکار ہوتی۔ مگر بدقسمتی سے اس وقت کے وزیراعظم کے خلاف سازشوں کا جال بنا جانے لگا، یہاں تک کہ اسے پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

T.J.V نے اپنا ناکارہ یا ناقابل استعمال سامان اونے پونے داموں بطور سکریپ بیچا اور جان بچا کر ملک کو خیر باد کہہ گئے اور جاتے وقت اپنا قابل استعمال سامان قریبی ممالک میں جہاں کام آسکتا تھا، لے گئے۔ نتیجۃً کالا باغ ڈیم کی لاگت تین بلین ڈالر سے بڑھ کر پانچ بلین ہوگئی اور درکار وقت تین سال سے بڑھا کر چھ سال کر دیا گیا۔

اُس وقت کی نااہل حکومت نے اسی میں ہی اپنی بقا جانی کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی جانب سے عوام کی توجہ ہٹا دی جائے اور اُسے مخالفت میں تبدیل کر دیا جائے۔ کالا باغ کا نہ بنانا، بنانے سے زیادہ آسان کام تھا۔ صرف چند سیاسی لیڈروں کو خرید کر یہ کام بآسانی کیا جا سکتا تھا۔ ہمارے عوام کی حکومتی حلقوں میں حیثیت بھیڑ بکریوں سے زیادہ نہیں ہوتی، اور ان کا رخ موڑنے کے لیے صرف ہماری قیادت کے پاس روس کے خلاف جہاد کا نعرہ ہی کافی تھا، جس کی فوجیں افغانستان میں داخل ہو گئی تھیں۔ جہاد افغانستان کی سرپرستی جنرل ضیاء الحق کے ہاتھوں میں آ گئی تھی اور ہمارے زیادہ تر سیاسی رہنماؤں اور ہمنواؤں کی پشت پناہی کے لیے امریکہ نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور چترال سے لے کر تمام صوبہ خیبر پی کے اور بلوچستان کو اسلحہ خانہ بنا دیا گیا۔ راقم خود اس امر کا چشم دید گواہ ہے۔ وہ ملک جو بجلی، پانی، گیس، تیل اور دیگر معدنیات کی دولت سے مالا مال تھا، اب امریکہ کے زرخرید غلام کی مانند اس کے اشاروں پر ناچنے لگا۔

اس وقت ہمارے کچھ دشمن ملکوں نے پاکستان کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے کا بیڑہ اٹھایا اور اس کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے حکومت کی توجہ ڈیم اور پن بجلی کی بجائے گیس اور تیل سے حاصل شدہ بجلی کی طرف مبذول کرا دی۔ یوں حکومت کو ایسے جال میں پھنسایا جس سے کبھی نکل نہ سکے۔ ملک میں تیل اور گیس سے چلنے والے پاور ہاؤسز لگائے جانے لگے اور پن بجلی کے خلاف کچھ ایسے لوگوں سے نعرے لگوائے گئے، جن کی جیبوں کو بھرا جا چکا تھا۔ بدقسمتی سے پاکستان کی اکثریت تعلیم اور حقیقت سے نابلد ہونے کے باعث اپنے لیڈروں کی باتوں کو سچ سمجھتی ہے، جس کی وجہ جاہلیت اور ان لیڈروں سے وابستہ مفادات کے سوا کچھ نہیں!

پاکستان آہستہ آہستہ معاشی ناہمواری کی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ ایک طرف غربت انتہا کو پہنچ گئی اور دوسری طرف ایک قلیل طبقہ کی امارت بڑھتی چلی گئی۔ اس سے سماج کمزور ہوتا چلا گیا۔ اس امارت کا اندازہ سڑکوں پر دوڑتی گاڑیوں، محل نما گھروں اور ہمارے سرکاری اہلکاروں، عوامی نمائندوں اور امراء و وزراء کا طرز زندگی دیکھ کر ہو جاتا ہے۔ یہ عوام کے وہ نمائندے ہیں جن کی سیکیورٹی کی خاطر تین سے لے کر تیس تک گاڑیاں دوڑ رہی ہوتی ہیں۔ یہ لوگ اللہ اور یوم آخرت کو بھول چکے ہیں۔ انہوں نے یہ بات ذہنوں ہی سے نکال دی ہے کہ اگر آج بچ بھی گئے تو ایک نہ ایک دن اس جہان فانی سے رخصت ہونا ہی پڑے گا اور شاید غیر ممالک کے بنکوں میں پڑی رقم اور سونا ان کے اور شاید اُن کے بچوں کے بھی کام نہ آسکے۔

امیر اور غریب میں فرق کو جلد سے جلد ختم کیا جانا چاہیے۔ سرکاری سطح پر زیادہ سے زیادہ آمدنی ایک لاکھ اور کم سے کم دس ہزار مقرر کی جانی چاہیے اور یہ ضابطہ سرکاری، پرائیویٹ، سیمی گورنمنٹ ملازمین اور ہمارے منتخب نمائندگان سب پر یکساں لاگو ہونا چاہیے۔ تنخواہ دار طبقے پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں لگنا چاہیے۔ ان سے اس کے علاوہ تمام مراعات واپس لے لینی چاہیں، تاآنکہ ہماری معیشت درست ہو جائے۔ یاد رکھئے، پانی سے بجلی بنائے بغیر آپ کچھ بھی کر لیں، معیشت خراب سے خراب تر ہوتی جائے گی۔ پانی ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت کی شکل میں عطا کیا ہے۔ اگر ہم نے اسے سیلابوں کی نذر کر دیا تو ہم سے زیادہ احمق کوئی نہ ہوگا۔ کالا باغ پانی سے بجلی بنانے کا سب سے زیادہ قابل عمل، سستا اور بہت جلد مکمل ہو سکنے والا پراجیکٹ ہے۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہو گی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو ٹھکرا دیں۔

ہماری ملکی آمدنی کا انحصار انڈسٹری، زراعت اور تجارت پر ہونا چاہیے۔ فرنس آئل، پٹرول، ڈیزل اور مٹی کے تیل پر سے ہر قسم کا ٹیکس فوری طور پر ختم کر دیا جانا چاہیے۔ ہماری معیشت پر نگاہ ڈالیں تو ایک ان پڑھ آدمی بھی یہ دیکھ سکتا ہے کہ بجلی گھروں میں اتنی گنجائش ہے کہ پورے ملک کو بجلی بلاتعطل مہیا کی جا سکتی ہے۔ مگر حکومت اپنی نالائقی کی وجہ سے نہ تیل خرید سکتی ہے، اور نہ ہی گیس کی مقدار بڑھا سکتی ہے۔ حکومت ملک چلانے کے لیے تیل پر ٹیکس بڑھا کر انڈسٹری، ٹرانسپورٹ بلکہ ریلوے تک کو ڈبو چکی ہے، جس سے غریب آدمی پس کر رہ گیا ہے اور حکمران حکومتی مشینری میں نااہل لوگوں کو بھرتی کر کے عیاشیوں میں مست ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل اقتدار کی دولت جو بیرون ملک بنکوں میں چھپائی گئی ہے، فوری طور پر واپس لائی جائے۔ غیر ممالک سے اگر مدد لینی ہی ہے تو یہ صرف اس مقصد کے لئے ہو کہ اسے پانی سے بجلی بنانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ گیس اور تیل پر سے ہر قسم کا ٹیکس ختم کر کے انہیں سستا کیا جائے۔ جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں اُن پر توبہ کی جائے۔ بطور انجینئر میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ ملک نہیں تو ہم بھی نہیں! اگر ہم اب بھی نہ سنبھلے تو ملک میں وہ خون خرابہ ہو

(باقی صفحہ 11 پر)

فاتح مصر و فلسطین

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

فرقان دانش

ابتدائی حالات

حضرت عمرو بن العاص ؓ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو سہم سے تعلق رکھتے تھے۔ بنو سہم افرادی قوت اور سیاسی لحاظ سے بلند مقام پر فائز تھے۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ کا سلسلہ نسب یوں تھا: عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب

حضرت عمرو ؓ کا والد عاص بن وائل اپنے قبیلہ کا سردار اور مکہ کا مشہور تاجر تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت عاص ابھی زندہ تھا لیکن وہ ایمان کی نعمت سے محروم رہا۔ مکہ کے دوسرے سرداروں کے ساتھ عاص بھی اسلام کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ ہجرت مدینہ کے ایک ماہ بعد نوے سال کی عمر میں فوت ہوا۔

حضرت عمرو بن العاص ؓ بھی اسلام قبول کرنے سے قبل سردارانِ مکہ کی پیروی میں اسلام دشمنی میں آگے رہے تھے۔ جب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے تو سردارانِ مکہ نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی کے پاس انہیں واپس لانے کے لیے بھیجا تھا۔ یہ عمرو بن عاص ہی تھے جنہوں نے نجاشی کو اشتعال دلانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا، لیکن نجاشی نے حضرت جعفر طیار ؓ کی گفتگو سن کر مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ناکام واپس لوٹنا پڑا۔ عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں کہ نجاشی کے اس رویے نے مجھے اسلام کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا جبکہ غزوہ خندق میں مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی مدد دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام سچا اور آفاقی مذہب ہے۔ عمرو بن العاص غزوہ بدر، احد اور خندق میں مسلمانوں کے خلاف لڑے اور مسلمانوں کی خدائی مدد نے انہیں اسلام کی حقانیت سے مرعوب کر دیا۔

قبول اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد 7 ھ میں حضرت خالد بن ولید ؓ عثمان بن ابی طلحہ ؓ اور عمرو بن العاص ؓ جیسے بہادر اور ذی وقار افراد اسلام قبول کرنے کے لیے خود نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے تینوں کو دیکھ کر مسلمانوں سے ارشاد فرمایا: مکہ نے تمہاری طرف اپنے جگر گوشے ڈال دیے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان تینوں سے ارشاد فرمایا: ''تمہاری دانشمندی سے یہی امید تھی کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے۔''

حضرت عمرو بن العاص ؓ کے قبول اسلام کے چند روز بعد رسول اکرم ﷺ نے انہیں مجاہدین کا ایک دستہ دے کر قبیلہ بنی عذرہ کی طرف اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت عمروؓ بنی جذام کے علاقہ میں سلاسل تالاب کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کی کثیر تعداد جمع ہے۔ آپ ؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کمک کے لیے ایک مجاہد بھیجا۔ رحمت دو عالم ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ؓ کی سرکردگی میں مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرمایا، جس میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ بھی شامل تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو ہدایت دے کر بھیجا تھا کہ عمرو بن العاص ؓ سے کسی قسم کا جھگڑا نہ کرنا۔ حضرت عمرو ؓ نے انہیں دیکھتے ہی پوچھا کہ تم میرے مددگار بن کر آئے ہو یا امیر بن کر۔ حضرت ابوعبیدہ ؓ نے نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق فرمایا کہ اگر تم میرے خلاف بھی کرو گے تو میں تمہاری اطاعت ہی کروں گا۔ اس مہم میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ تاریخ میں اس معرکے کو جنگ ذات السلاسل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مہم میں رسول اکرم ﷺ نے آپ ؓ کو تین سو مجاہدین پر مشتمل لشکر کا قائد بنا کر مدینہ سے دس دن کی مسافت پر واقع بستی وادی القریٰ میں آباد قبیلہ بنو قضاعہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ بنو قضاعہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے ان کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔

شاہ عمان کو دعوت اسلام دینے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کا انتخاب فرمایا اور والئ عمان جیفر کے پاس اپنا ایک خط دے کر آپ ؓ کو روانہ کیا۔ حضرت عمرو ؓ جب عمان پہنچے تو جیفر کے بھائی عبد سے ملاقات ہوئی۔ تاریخ کی کتب میں حضرت عمروؓ اور عبد کی طویل گفتگو منقول ہے۔ اس گفتگو میں حضرت عمرو ؓ نے عبد کو اسلام کا گرویدہ بنا لیا۔ عبد نے آپ ؓ کی ملاقات جیفر سے کروائی۔ بالآخر دونوں بھائیوں نے اپنے عوام کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔ بے شمار لوگوں نے بھی ان کی تقلید میں اسلام قبول کیا اور جو ایمان نہ لائے ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے عمان میں زکوٰۃ وصول کرنے کا فریضہ حضرت عمرو بن عاص ؓ کو سونپ رکھا تھا۔ جب حضرت ابوبکر ؓ خلیفہ بنے تو آپ ؓ نے ابتدائی ایام میں حضرت عمرو ؓ کو عمان میں گورنر مقرر کیا۔ جب چاروں طرف سے فتنوں نے سر اٹھایا تو آزمودہ کار افراد کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین سے نمٹنے کے لیے صحابہ کرام ؓ کے کئی لشکر مختلف سمتوں میں روانہ کیے۔ ان مہمات کے لیے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو بھی عمان سے بلا لیا۔ مجاہدین اسلام نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے مشرکین کفار اور مرتدین کی سرکوبی کی۔

فتح فلسطین

اس کام سے فراغت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو نو ہزار مجاہدین کا امیر بنا کر فلسطین روانہ کیا۔ ارض فلسطین پر رومی عیسائی قابض تھے۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے رومی فوج سے لڑ کر فلسطین کے کئی علاقے فتح کر لیے۔ جب کسی دوسرے محاذ پر دوسرا معرکہ پیش آتا تو حضرت عمرو ؓ فلسطین چھوڑ کر حضرت ابوعبیدہ ؓ سے جا ملتے اور ان کی مدد کرتے۔ فارغ ہونے کے بعد واپس آ جاتے اور اپنے کام میں مصروف ہو جاتے۔ مسلمانوں کی فلسطین میں کامیابیاں دیکھ کر ہرقل شاہ روم نے ارطبون کو فلسطین کا گورنر بنایا، جو جرأت، بہادری اور چالاکی میں بڑا مشہور تھا۔ یہ دور حضرت عمر فاروق ؓ کی خلافت کا تھا۔ سرزمین فلسطین کا دارالحکومت اجنادین کا شہر تھا۔

حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اجنادین کی طرف پیش قدمی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن طویل محاصرے کے بعد بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ نے بہت سے قاصد قلعے کی اندرونی حالت معلوم کرنے کے لیے بھیجے لیکن کوئی تسلی بخش رپورٹ نہ لا سکا۔ ایک روز حضرت عمرو ؓ خود قاصد کا بھیس بدل کر ارطبون سے ملاقات کے لیے جا پہنچے۔ حضرت عمرو ؓ سے گفتگو کے دوران اسے شک بھی نہ ہوا۔ جب آپؓ واپس آگئے اور اسے معلوم ہوا تو آپؓ کی لیاقت پر حیران رہ گیا۔ آخر کار لشکر اسلام نے اجنادین بھی فتح کر لیا۔ ارطبون فرار ہو گیا۔ اس مرکزی شہر کی فتح کے بعد فلسطین کے متعدد شہر نابلس، عسقلان، غزہ، رملہ، بیروت، لد اور جبلہ بھی زیرنگیں آگئے۔ ان علاقوں کے بعد لشکر اسلام نے بیت المقدس کی طرف رُخ کیا۔ اس شہر کا محاصرہ لمبے عرصے تک جاری رہا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ بھی اس محاصرے میں آکر لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ عیسائیوں نے بالآخر ہمت ہار دی اور ان کے پوپ نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر یہ اعلان کیا کہ ہم شہر کی چابیاں تمہارے خلیفہ کے ہاتھوں میں دیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق ؓ کو بیت المقدس آنے کی دعوت دی گئی۔

حضرت عمر ؓ نے حضرت علی ؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور رجب 16 ہجری میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سواری ایک تھی اور سوار دو۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو خادم کے سوار ہونے کی باری تھی۔ خادم نے کہا کہ اب شہر قریب ہے آپؓ سوار ہو جائیں۔ آپؓ نے انکار کیا۔ عیسائیوں نے شہر کی دیواروں سے جب خلیفہ کی سادگی اور یہ منظر دیکھا تو بخوشی شہر کی چابیاں حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیں اور کہا کہ ہماری کتابوں میں فاتح بیت المقدس کی یہی نشانیاں تھیں۔ حضرت عمر ؓ نے مختلف علاقوں میں برسرپیکار جرنیلوں کو بھی اس موقع پر جابیہ پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ بیت المقدس کے لوگوں کو عہدنامہ صلح لکھ کر دیا گیا۔ اس صلح نامے پر حضرت عمرو بن عاص ؓ حضرت خالد بن ولید ؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ نے بطور گواہ دستخط کیے۔

اس معاہدے کے بعد حضرت عمر ؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے۔ محراب داؤد کے پاس جا کر سورۃ داؤد کی آیت پڑھی۔ پھر عیسائیوں کے گرجا میں آئے۔ نماز کا وقت ہوا تو مشورہ دیا گیا کہ یہیں نماز پڑھ لیں۔ آپؓ نے گرجا سے باہر نکل کر نماز ادا کی۔ ایک روز نماز کے وقت حضرت بلال ؓ سے فرمائش کی کہ اذان دیں۔ حضرت بلال ؓ نے کہا کہ اگرچہ آپؐ کے وصال کے بعد اذان کہنا چھوڑ دی مگر آج آپؓ کا ارشاد بجا لاؤں گا۔ حضرت بلال ؓ نے اذان دی تو سب صحابہ حضور ﷺ کا زمانہ یاد کر کے زاروقطار رونے لگے اور کافی دیر تک یہی سماں رہا۔

فتح مصر

حضرت عمرو بن عاص ؓ اسلام لانے سے پہلے تجارت کے دوران مصر دیکھ چکے تھے۔ فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمرو ؓ نے امیر المومنین سے مصر کی طرف پیش قدمی کی اجازت طلب کی۔ پہلے تو دور دراز سفر کی بنا پر امیر المومنین نے انکار فرمایا۔ لیکن حضرت عمرو ؓ کا اصرار دیکھا تو چار ہزار مجاہدین کا لشکر دے کر مصر روانہ کر دیا۔ حضرت عمرو ؓ صحرائے سینا کو عبور کرتے ہوئے مصر پہنچے اور 10 ذی الحجہ 18 ہجری کو سرحدی شہر العریش پر قبضہ کیا۔ لشکر سلام نے تاریخی فتح کے ساتھ عیدالاضحیٰ منائی اور قربانی کے جانور ذبح کیے۔

العریش کی فتح کے بعد حضرت عمرو ؓ دریائے نیل کے کنارے واقع شہر ''فرما'' پہنچے جو ایک ماہ کے محاصرے کے بعد فتح ہو گیا۔ یکے بعد دیگرے مصر کے کئی مقامات جن میں بلبیس، ام دنین، بابلیون، اسکندریہ اور برقہ شامل ہیں، مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیے۔ ان علاقوں کی فتح میں مسلمانوں کو کافی وقت اٹھانا پڑی۔ مثلاً بابلیون سات ماہ کے محاصرے کے بعد اور سکندریہ 14 ماہ کے محاصرے کے بعد فتح ہوا۔ برقہ پر حملہ کے دوران اسکندریہ کے باشندوں نے شاہ روم ہر قل کے بیٹے قسطنطین کی مدد سے دوبارہ اسکندریہ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے زوردار حملہ کر کے دوبارہ اس تاریخی شہر پر کامیابی حاصل کی۔

پورا مصر زیرنگین آنے کے بعد حضرت عمرو ؓ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ حضرت عمرو ؓ نے مصریوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ ان کے گھروں اور زمینوں کو ان کی ملکیت میں رہنے دیا گیا۔ اس سلوک نے مصریوں کے دل موہ لیے۔ اس دوران وہ واقعہ پیش آیا جب دریائے نیل خشک ہوا، اور مقامی لوگ رواج کے مطابق جوان لڑکی کو دریا میں ڈالنے لگے تو حضرت عمرو بن عاص ؓ نے انہیں روکا اور حضرت عمر فاروق ؓ سے رہنمائی چاہی۔ حضرت عمرو ؓ نے ایک خط بھیجا جو نیل میں ڈالا گیا اور دریا جاری ہو گیا۔

گورنری سے معزولی:

حضرت عمر بن خطاب ؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان ؓ خلیفہ بنے۔ انہوں نے حضرت عمرو ؓ سے دریافت کیا کہ مصر سے خراج کی رقم اس قدر کم کیوں وصول ہو رہی ہے۔ آپؓ نے جواباً تحریر کیا کہ اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی۔ اس پر حضرت عثمان ؓ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو خراج وصول کرنے کی ذمہ داری سونپ کر مصر بھیجا۔ حضرت عمرو ؓ کو خلیفہ کا یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔ لہٰذا انہیں مصر کی گورنری سے معزول کر دیا گیا۔ حضرت عمرو ؓ مصر چھوڑ کر فلسطین کے علاقہ عجلان میں آکر رہنے لگے۔ جب بلوائیوں نے مدینہ میں شورش برپا کی تو حضرت عثمان ؓ نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو مشورے کے لئے طلب کیا۔ آپؓ نے مشورہ دیا کہ بلوائیوں کے ساتھ نرمی کے بجائے ان کی سرکوبی کی جائے، اس کے بغیر فتنے پر قابو پانا مشکل ہے۔ حضرت عثمان ؓ مدینہ میں خونریزی نہیں چاہتے تھے، اس لیے سب صحابہؓ بے بس تھے۔ جب شرپسند عناصر نے حضرت عثمان ؓ کو شہید کیا تو اس وقت حضرت عمرو ؓ فلسطین میں تھے۔ یہ خبر سن کر حضرت عمرو بن عاص ؓ سخت دل گرفتہ ہوئے۔

حضرت عثمان ؓ کے بعد حضرت علی ؓ خلیفہ بنائے گئے۔ امیر معاویہ ؓ اس وقت شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے حضرت علی ؓ سے قاتلین عثمان کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت علی ؓ کا موقف تھا کہ اس شورش اور فتنے کے باعث حالات سازگار نہیں، پہلے حالات قابو میں آجائیں پھر اس مسئلے کی طرف توجہ دی جائے۔ لیکن اس اختلاف کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین کے حادثات ہوئے۔ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ حضرت عمرو ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کا ساتھ دیا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ کی عقل و دانش کے بل بوتے پر حالات حضرت امیر معاویہ ؓ کے حق میں پلٹا کھا گئے۔ چنانچہ معاہدہ کے مطابق سرزمین شام پر حضرت معاویہ ؓ کا اقتدار تسلیم کر لیا گیا، اور عراق و حجاز پر حضرت علی ؓ کے اختیارات تسلیم کر لیے گئے۔

خوارج نے اس صورتحال میں خود کو امت مسلمہ سے علیحدہ کر لیا۔ تین خوارج نے بیت اللہ میں بیٹھ کر عہد کیا کہ

(باقی صفحہ 14 پر)

توازن، حسنِ زندگی ہے

راحیل گوہر

ہم اس وقت جس معاشرے میں زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ چڑچڑے، بدمزاج، تندخو، مضطرب اور جھگڑالو لوگوں کا معاشرہ ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر تو تکار ہونا، غیر اہم معاملات کو انا کا مسئلہ بنا لینا، سڑکوں اور شاہراہوں پر ٹریفک کی بدنظمی کے سبب لوگوں کا دست وگریباں ہوجانا عام ہے۔ ہر گلی، ہر محلہ پانی پت کا میدان بنا رہتا ہے۔ ہر شخص بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے، اگر کوئی دور سے بھی دیا سلائی دکھا دے تو پھٹ پڑے۔

ہمارے اندر صبر وتحمل، برداشت اور رواداری کے جذبات پژمردہ ہو چکے ہیں۔ عفو ودرگزر اور صلہ رحمی کا بھی فقدان ہے۔ ہم اتنے کٹھور دل ہو گئے ہیں کہ کسی کو معاف کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ پھر ہم میں سے بیشتر کا مزاج یہ ہے کہ نہ کسی کو اچھا کھاتا پیتا دیکھ سکتے ہیں نہ اچھا پہنتا۔ اور نہ کسی دوسرے کو اپنے سے آگے نکلنے کا راستہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر زندگی کی دوڑ میں ہم پیچھے رہ گئے تو کوئی اور بھی آگے نہ نکلنے پائے، گویا ع

''ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے''

ہم مخلوق خدا کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کے بجائے اس کی راہ میں کانٹے بچھانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ راستوں میں رکاوٹیں (Barriers) کھڑی کر دینا ہمارا مشغلہ ہے، اور اس کو اپنا کارنامہ سمجھ کر اپنے نفس کو تسکین پہنچاتے ہیں جیسا کہ ہماری بعض بسوں کے پیچھے لکھا ہوتا ہے کہ ''ہمت ہے تو پاس کر، ورنہ برداشت کر۔'' ہمارا ظاہر ہمارے باطن سے بھی بدتر ہے۔ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ بقول شاعر

ظاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ
خصلت مزاج یار میں رنگ حنا کی ہے

ہمیں اپنے حقوق کی بڑی فکر رہتی ہے اور اس کے حصول کے لئے اپنی سی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں، مگر فرائض کی ادائی سے چشم پوشی برتتے ہیں۔ اگر کبھی ادا کرنے ہی پڑ جائیں تو جان پر بن آتی ہے...... ہم اپنی اولاد کو بام عروج پر دیکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور بل گیٹس کے ہم پلہ بنانا چاہتے ہیں خواہ سیرت وکردار کے اعتبار سے وہ معاشرے کے لئے وبال جان ہی کیوں نہ بن جائے۔ ہمیں ان کے اخلاق کی درستی سے زیادہ ان کے اسٹیٹس کی فکر رہتی ہے۔

ہمارے اس ژولیدہ فکر معاشرے میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو کسی وعظ، نصیحت یا تبلیغ سے متاثر ہو کر مذہبی ہو گئے تو وہ گھر والوں کے لئے عذاب بن گئے۔ جو بات ساٹھ برس کی عمر میں ان کی عقل میں سمائی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اُن کے گھر والے ساتھ روز ہی میں سمجھ لیں۔ اب اگر ان کی مرضی پر عمل نہ ہو تو گھر میں طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر ہدایت انسان کے ہاتھ میں ہوتی تو ابولہب، ابوجہل اور ولید بن مغیرہ جیسے لوگوں کا شمار آج سابقون الاولون میں ہوتا، کیونکہ ان کے درمیان تو انتہائی اعلیٰ سیرت وکردار کی حامل ہستی موجود تھیں، پھر بھی وہ بدنصیب ہدایت سے محروم رہ گئے۔

یہ ہمارے معاشرے کے باسیوں کے بیشتر افراد کی نقشہ کشی ہے...... البتہ جس طرح خیر وشر کا وجود ابتدائے آفرینش سے ہے اور ابد تک رہے گا، اسی طرح معاشرے کے ناپسندیدہ اور غیر متوازن ذہنیت کے حامل افراد کے مابین ایسے افراد بھی ہیں جو آج بھی اخلاقی قدروں کے امین ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی عزت واحترام کا خیال رکھتے ہیں۔ متوازن طرز زندگی، غیرت وحمیت کے حامل ہیں اور خلق خدا کے لئے سچا درد رکھنے والے، اور ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ سمجھنے والے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہی وہ سعید روحیں ہیں جن سے آج بھی ہمارا معاشرہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ بن سکتا ہے، اگر دوسرے افراد بھی ان کی زندگیوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کو فروغ دینے اور منکرات کو روکنے کی سعی وجہد میں لگے رہتے ہیں اور اس کام کو اہم فریضہ سمجھ کر ادا کرتے ہیں...... مولانا ابوالکلام آزاد نے ''الہلال'' کے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ یہ ذمہ داری امت مسلمہ کو تفویض کی گئی ہے اور اس کے لئے ہر ہر مسلمان اپنے دائرے میں ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔''

دراصل زندگی کے عملی رویے فکر ونظر کی درستی سے متعین ہوتے ہیں۔ مگر جہاں فکر ونظر پر اضمحلال طاری ہو، وہاں ضمیر بھی مردہ ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے مزاج سے اعتدال اور توازن ختم ہو جاتا ہے۔ محبت، یگانگت اور خیر سگالی کے جذبات ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ معاشرے کو خوشحال، دردمند اور مثالی بنانا ہے تو اس کے لئے ایثار وقربانی، عفو ودرگزر اور صبر وتحمل کو اپنی زندگیوں کا لازمی جزو بنانا ہوگا کہ یہی زندگی کا اصل حسن ہے۔

بقیہ: کالاباغ ڈیم کی مخالفت ......

گا جس سے شیطان بھی شاید پناہ مانگے اور ہمارے حکمران (خواہ وہ حکومت میں ہوں یا حزب اختلاف میں)، جہازوں پر بیٹھ کر بیرون ممالک اپنے محلات کی جانب بھی روانہ ہو جائیں، مگر موت انہیں وہاں بھی دبوچ لے گی۔ اللہ تعالیٰ موقع سب کو دیتا ہے مگر اس سے فائدہ دانا لوگ ہی اٹھاتے ہیں۔ یاد رکھئے، قومی و ملکی سلامتی پر باہر کے دشمن مقامی لالچی حکمرانوں اور رہبروں کے ذریعے ہی حملہ آور ہوتے ہیں۔ اگر تاریخ سے ہم اب بھی سبق نہ سیکھیں تو نتیجہ بہت خوفناک ہوگا۔

☆☆☆

معمار پاکستان نے کہا:

ہمیں قرآن پاک، حدیث شریف اور اسلامی روایات کی طرف رجوع کرنا ہوگا جن میں ہمارے لیے مکمل رہنمائی ہے، اگر ہم ان کی صحیح ترجمانی کریں اور قرآن پاک پر عمل پیرا ہوں

(6مارچ 1946ء)

قومی زبان: ترقی کا زینہ

توصیف احمد

وطن عزیز پاکستان کی شومی قسمت کہ روز اول سے اس کے ساتھ ناانصافیوں کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ سب سے پہلی زیادتی جو اس ملک وملت کے ساتھ کی گئی وہ نظریاتی بنیادوں پر استوار ایک عمارت میں ''نظریہ'' کا خون ہے۔ پاکستان کا وجود دو قومی نظریہ اور پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا مرہون منت ہے، لیکن قیام پاکستان سے لے کر آج تک یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ یہاں آئے روز شریعت مخالف دساتیر اور قوانین بنتے رہے۔ اسلامی ملک ہونے کے باوجود مساجد، مدارس اور علماء کو شہید کیا جاتا رہا۔ حال ہی میں کراچی کے ایک ممتاز عالم دین، جو معذور ہونے کے باوجود قرآن وحدیث کے سچے موتی لوگوں میں تقسیم کر رہے تھے، دن دیہاڑے دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیے گئے، بہر حال یہ الگ موضوع ہے۔

دوسری بڑی زیادتی جو اس ملک کے ساتھ کی گئی وہ ملک کے باسیوں کی قومی زبان سے دوری ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ اردو کے اس ملک کی قومی زبان ہونے کے باوجود دفتروں میں فرنگی زبان کا تسلط ہے اور قومی زبان اجنبی محسوس ہوتی ہے۔ لارڈ میکالے نے جب یہاں اپنا نصاب تعلیم متعارف کرایا تو مسلمانوں نے مغربی اقوام کی نقالی میں خوئے غلامی سے مجبور ہو کر فرنگی کی لائی ہوئی تہذیب، نصاب اور زبان کا استعمال شروع کیا۔ قیام پاکستان کے وقت جب غلامی کی سیاہ رات میں حریت کی سحر طلوع ہوئی ہوئی، تو ہر سو سورج کی مچلتی کرنیں آزادی کا پیغام پھیلا رہی تھیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آزادی کے بعد اپنی تہذیب وثقافت، اپنے دین اور اقدار سے ہم آہنگ نصاب تعلیم اور اردو زبان کو فروغ دیا جاتا لیکن اِس ملک پر جو مافیا مسلط ہے اُس نے عملاً اس کے خلاف کیا۔ یہ اسی مغربی نقالی کا ثمرہ ہے کہ آج ہمارا ملک آزاد ہونے کے باوجود غلاموں کی صف میں کھڑا ہے۔ ملک میں کئی نصاب، ہائے تعلیم رائج ہیں، امیر وغریب کے نصاب ونظام تعلیم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی قوم اپنی قومی زبان کی ترویج واشاعت کے بغیر ترقی کے زینے طے نہیں کر سکتی۔ جاپان، امریکہ اور چین کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ وہ قومیں اپنی قومی زبانوں کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔ آج تک ہم نے نہیں سنا کہ امریکہ، چین، جاپان یا ان کے علاوہ دیگر ممالک نے اپنی قومی زبان وثقافت کو چھوڑ کر کسی اور زبان کی ترویج کی ہو اور کامیابی نے ان کے قدم چومے ہوں۔ یہ ہمارے ملک کی ''انجمن غلامان امریکہ'' کی کارستانی ہے کہ انہیں اپنی قومی زبان کی بجائے دوسروں کی زبان بولنے میں لطف محسوس ہوتا ہے۔ ہر کوئی منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی بولنے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے۔ یہ بات کہ ''انگلش'' اکثریتی ممالک کی زبان ہے لہٰذا اس کے بغیر اقوام عالم کے ساتھ صحیح طور پر تعلقات استوار نہیں کیے جا سکتے'' درست نہیں۔ آج انگریزی کے علاوہ چائینیز زبان بھی اکثر ممالک میں بولی جا رہی جا رہی ہے۔ عربی زبان کی مقبولیت بھی کسی سے کم نہیں۔ اگر اردو زبان سے نفرت ہے تو پھر ہمیں انگریزی کی بجائے عربی زبان کو ہر گوشۂ زندگی میں آگے لانا چاہیے جس میں قرآن وحدیث اور اسلامی لٹریچر کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ ایک مسلمان کے لیے کلمہ سے لے کر پنج وقتہ نماز تک، اذان سے لے کر نماز جنازہ اور ضروریات دین تک رسائی حاصل کرنے کے لیے عربی زبان کی خاص اہمیت ہے۔ پھر یہ جنت کی سرکاری زبان بھی ہو گی۔ بہر حال بات ہو رہی تھی قومی زبان اردو کے حوالے سے کہ اس کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے۔ آج نصاب تعلیم، محکمہ ڈاک اور تمام تر تقرریوں کے لیٹر، حکومت کے جاری کردہ نوٹیفکیشن قومی زبان کی بجائے انگریزی زبان میں صادر ہوتے ہیں۔ اس سے ملک کے اکثریتی طبقے کے لیے جو انگریزی سے نابلد ہے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جاری کردہ نوٹیفکیشن انگریزی میں ہونے کی وجہ سے بسا اوقات لوگ مقررہ تاریخ تک اپنی دستاویزات متعلقہ شعبے تک پہنچانے سے قاصر رہتے ہیں۔ ملک کے اکثریتی طبقے پر جو انگریزی زبان سے سے نابلد ہے انگریزی زبان کو مسلط کرنا کہاں کا انصاف ہے......؟

قومی زبان کے حوالے ہمیں حال ہی میں پاکستان کا دورہ کرنے والے ترکی وفد سے سبق حاصل کرنا چاہیے، جس کی قیادت ترکی کے وزیر اعظم طیب اردگان کر رہے تھے۔ جب پاکستان کی پارلیمان میں دوسری مرتبہ ترکی کے وزیر اعظم طیب اردگان کو خطاب کا موقع ملا تو انہوں نے غریب الدیار ہونے کے باوجود پاکستانی اسمبلی میں اپنی قومی زبان ''ترکیہ'' میں برجستہ تقریر کی جبکہ ''انجمن غلاماں'' کے وزیر اعظم (جو اب سابق ہو چکے ہیں) ''عزت مآب گیلانی'' نے اپنے ملک میں ہوتے ہوئے، اپنے ملک کے نمائندہ اجلاس میں انگریزی میں دیکھ کر تقریر کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون: اپنی زبان کو ترک کر کے غیروں کی زبان اپنانا آزاد قوموں کا شعار نہیں۔

بقیہ: مسلم ہیروز

اس مسئلے کی بنیاد تین اشخاص یعنی حضرت علی ؓ حضرت معاویہ ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ کو قتل کر دیں گے۔ انہوں نے ایک ہی تاریخ میں مقررہ وقت پر تینوں شخصیات پر حملہ کیا۔ حضرت علی ؓ شہید ہو گئے۔ امیر معاویہ ؓ کی ران پر زخم آیا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ اس روز طبیعت کے ناساز ہونے کے باعث فجر کی نماز پڑھانے مسجد نہ جا سکے۔ آپؓ کی جگہ قاضی خارجہ بن حذافہ ؓ نے نماز فجر پڑھائی اور حملہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسن ؓ چھ ماہ خلیفہ رہنے کے بعد 41 ہجری میں امت کو یکجا کرنے کے لیے حضرت امیر معاویہ ؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

سفرِ آخرت

حضرت امیر معاویہ ؓ نے 38 ہجری ہی میں حضرت عمرو بن عاص ؓ کو چھ ہزار کا لشکر دے کر مصر روانہ کیا تھا۔ جہاں حضرت علی ؓ کے گورنر محمد بن ابی بکر ؓ سے انہوں نے مصر دوبارہ حاصل کر لیا اور امیر معاویہ ؓ نے انہیں اپنی صوابدید کے مطابق مصر کا نظام چلانے کے اختیارات تفویض کر دیئے تھے۔ تاہم حضرت عمرو بن عاص ؓ کا یہ دور حکومت بہت مختصر ثابت ہوا۔ آپؓ مصر کے دارالحکومت فسطاط میں رہائش پذیر تھے کہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بیماری اتنی بڑھی کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ آخری وقت میں آپؓ مسلسل روتے جاتے اور کہتے جاتے تھے: ''الٰہی تو مجھے معاف کر دے تو تیرا کرم ہے۔ الٰہی میں تیری بخشش کا امیدوار ہوں۔ میرا سرمایہ حیات صرف لا الہ الا اللہ ہے'' یہ کلمات ادا کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپؓ کی وفات یکم شوال 43 ہجری بمطابق یکم جون 664ء بروز ہفتہ ہوئی۔

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے تحت کوئٹہ میں سہ روزہ نقباوامراء تربیتی ومشاورتی کورس

کسی بھی انقلابی جماعت کے ارکان کے لئے اپنے نظریے سے وابستگی اور جماعت کے نظم وضبط کی پابندی بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس غرض سے کارکنوں اور رفقاء کی تربیت کے لئے وقتاً فوقتاً تربیتی پروگرام منعقد جاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے زیر اہتمام 25 تا 27 مئی 2012 ملتزم رفقاء نقباء و امراء کے لئے تربیتی و مشاورتی کورس کا اہتمام کیا گیا۔ کورس کا انعقاد سہولیات وجگہ کی تنگی کی وجہ سے دفتر تنظیم کی بجائے امیر حلقہ بلوچستان جناب محبوب سجانی کے گھر پر کیا گیا۔ اللہ انہیں اور ہم سب کو اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین) اس کورس کے لئے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ اور ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی اپنا قیمتی وقت نکال کر کوئٹہ تشریف لائے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز 25 مئی بروز جمعہ بعد نماز عصر ہوا۔ سب سے پہلے ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی نے ”انفرادی دعوت کے نظام میں نقیب اسرہ کی ذمہ داریاں“ اور ”مقامی امیر کے ذمے کام“ کے موضوعات پر گفتگو کی۔ انہوں نے پہلے اس کورس کی اہمیت اور اس کے مقصد پر روشنی ڈالی، بعدازاں نقیب اسرہ کی ذمہ داریوں کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی۔ یہ پروگرام عشاء کی نماز سے 15 منٹ پہلے اختتام پذیر ہوا۔

تربیتی کورس کی دوسری نشست کا آغاز 26 مئی 2012 کو بعد نماز فجر جناب عبدالسلام عمر کے درس قرآن سے ہوا۔ بعدازاں محترم خلجی صاحب نے ”نظم کے تقاضے“ کے حوالے سے گفتگو کی۔ ان کی گفتگو کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ کوئی بھی اجتماعی کام اس وقت تک نتیجہ خیز نہیں ہوتا، جب تک اس میں نظم نہ ہو۔ اُن کا کہنا تھا کہ تنظیم میں اسرہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسرہ کے لفظ ہی سے واضح ہے کہ یہ ایک خاندان ہے۔ نقیب اسرہ اس خاندان کا سر ہوتا ہے۔ اُسے باپ کی طرح شفیق ہونا چاہیے اور اسرہ کے رفقاء کے ساتھ مشفقانہ رویہ اپنانا چاہیے۔ رفقاء کے ساتھ نقیب کا نظریاتی روحانی رشتہ ہے جبکہ باپ کا اولاد کے ساتھ جبلی اور خونی رشتہ ہوتا ہے۔ محترم خلجی صاحب کے لیکچر کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ بعد ازاں امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے اعتصام باللہ کے موضوع پر تفصیلاً گفتگو فرمائی۔ انہوں نے اعتصام باللہ کے ذرائع ایک ایک کر کے بتائے، جن میں قرآن مجید کی تلاوت، نماز تہجد، ادعیہ ماثورہ مسنونہ، دعا ومناجات، استغفا، درود شریف اور اذکار مسنونہ شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ چیزیں اعتصام باللہ اور فرائض منصبی کی ادائی میں معاون ہیں۔ جتنا ان ذرائع کو اختیار کیا جائے گا، گمراہی کا خطرہ اسی قدر کم ہوتا جائے گا۔ نماز عشاء سے 15 منٹ پہلے امیر محترم کا لیکچر اختتام پذیر ہوا۔

27 مئی کی نشست کا آغاز حسب دستور بعد نماز فجر عبدالسلام عمر کے درس قرآن سے ہوا۔ درس کے بعد جناب اظہر بختیار خلجی نے ”رفقاء کی تربیت“ کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ گفتگو کے دوران ہی کے وہ وضاحت طلب امور کے حوالے سے رفقاء کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ ساڑھے دس بجے یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے معین صاحب کے گھر پر رفقاء واحباب کے سامنے تنظیم کا فکر بیان کیا۔ پشین ڈسٹرکٹ سے آئے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صوبائی سنیئر صحافی رہنما جناب فیاض حسن سجاد اور چند دیگر چند علماء کرام (جو بلوچستان کے دور دراز علاقوں سے تشریف لائے تھے) سے ملاقات اور خطاب ہو۔ اس کے بعد نئے رفقاء جنہوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی، امیر تنظیم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد تمام آنے والے مہمان علمائے کرام اور رفقاء واحباب کی چائے سے تواضع کی گئی۔ بعدازاں امیر حلقہ وامراء کو ضروری ہدایات دی گئیں۔ اس خصوصی مجلس کا اختتام امیر محترم کی دعا پر ہوا۔ اس کے بعد تمام رفقاء ایک ولولہ تازہ لے کر اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہو گئے۔ اس تربیتی کورس میں دوپہر اور رات کے کھانے کا انتظام تنظیم اسلامی جنوبی اور شمالی زون کے رفقاء نے کیا تھا، جبکہ روزانہ ناشتے کا انتظام جناب محبوب سجانی کے گھر پر ہوتا رہا۔ کورس میں 20 ملتزم رفقاء نقباء اور مدرسین نے شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ ہماری اِن مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں ہدایت سے نوازے۔ (آمین) (رپورٹ: ڈاکٹر محمد سلمان قیوم)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام دعوتی اجتماعات

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام خویشگی گاؤں میں دو دعوتی اجتماعات منعقد ہوئے۔ پہلا اجتماع ملتزم رفیق ومقامی ناظم تربیت جناب نصراللہ کی رہائش گاہ کے قریب واقع مسجد میں 17 مئی بروز جمعرات نماز عصر تا مغرب منعقد ہوا اور دوسرا اجتماع ملتزم رفیق محمد حامد کی وساطت سے مسجد اباخیل میں 7 جون بروز جمعرات منعقد ہوا۔ دونوں اجتماعات کے لئے الھدیٰ سکول اینڈ کالج نوشہرہ سے اجتماعی سفر کیا گیا۔ ان پروگرامات کے لئے میزبان رفقاء نے پہلے سے اپنے دوست واحباب کو مدعو کیا تھا۔ نماز عصر کے بعد مقامی ناظم دعوت قاضی فضل حکیم نے عبادت رب کے موضوع پر وائٹ بورڈ کی مدد سے گفتگو کی۔ سامعین نے بڑی توجہ سے اُن کا بیان سنا اور اس میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ ان دونوں اجتماعات میں مجموعی طور پر 17 رفقاء اور 40 احباب نے شرکت کی۔ ان پروگرامات کا مقصد خویشگی میں حلقۂ قرآنی کا قیام تھا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی وجہد کو قبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: جان نثار اختر)

تنظیم اسلامی پشاور غربی کے زیر اہتمام فہم دین نشست

تنظیم اسلامی پشاور غربی کے زیر اہتمام 2 جون 2012 کو بعد نماز عصر ڈاکٹر محمد اقبال صافی کی رہائش گاہ پر فہم دین نشست اور توسیع دعوت وتعارف پروگرام ہوا، جس میں 8 رفقاء اور 14 احباب نے شرکت کی۔ اجتماع کے آغاز میں امیر مقامی تنظیم محمد سعید نے تمہیدی گفتگو میں فہم دین نشست کی اہمیت اور اغراض ومقاصد بیان کیے۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال صافی نے باوجود ضعیف العمری کے کھڑے ہو کر دین اور مروجہ تصور مذہب میں فرق کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں: انفرادی اور اجتماعی۔ پھر ان دونوں کے تین تین گوشے ہیں۔ انفرادی زندگی کے تین گوشوں میں عقائد یا ایمانیات، عبادات اور رسومات شامل ہیں، جبکہ اجتماعی زندگی کے تین گوشوں میں معاشرت، معاشیات، سیاسیات شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں انفرادی زندگی کے تین گوشوں کو مذہب کا نام دے دیا گیا ہے، جبکہ اجتماعی زندگی کے گوشوں کو مذہب سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اسی کا نام سیکولرازم ہے، جو اس دور میں مذہب اور خدا کے خلاف سب سے بڑی بغاوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ دین مکمل ضابطہ ُحیات ہے۔ وہ انفرادی زندگی کے تین گوشوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے تین گوشوں کو بھی اپنے دائرے میں لانا چاہتا ہے۔ فرائض دینی کے جامع تصور پر جناب حیدر علی نے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دینی فرائض کی تین سطحیں ہیں: ایک یہ ہے کہ ہم خود دین پر عمل پیرا ہوں، دوسرے ہم دین کو پھیلائیں اور تیسرے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔

منفرد اسرہ ہری پور کے تحت سلسلہ وار درس

منفرد اسرہ ہری پور کے زیر اہتمام سلسلہ وار درس جو ہر بیسویں دن ہوتا ہے 9 جون 2012 بروز ہفتہ بعد نماز مغرب کھلابٹ ٹاؤن شپ پکھرال چوک مارکیٹ میں ہوا۔ یہ درس حسب سابق ڈاکٹر محمد شاہین تنولی نے دیا۔ اس پروگرام کے لئے قبل ازیں نقیب اسرہ عبدالجلیل نے لوگوں میں دعوت نامے اور ہینڈ بلز تقسیم کیے اور مساجد کے باہر پوسٹر لگائے گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے سورۃ التحریم آیت 8 کے ابتدائی حصہ، سورۃ النور آیت 31 کے آخری حصہ اور سورۃ زمر آیت 53 کے حوالے سے پرمغز، پراثر اور مدلل بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم جس زبوں حالی کا شکار ہیں اس سے نجات کا واحد راستہ توبہ ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ توبہ صرف توبہ کی تسبیح پڑھ لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے تین شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ لازم ہے کہ گناہوں پر دل میں ندامت کا، پھر یہ کہ گناہ کو چھوڑ دیا جائے، آئندہ کے لئے یہ پختہ ارادہ ہو کہ اس گناہ سے بچوں گا۔ اگر انسان سے پھر گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کرے، لیکن ان ہی تین شرائط کے ساتھ توبہ ہو۔ اللہ پاک ایسی توبہ قبول فرماتا ہے۔ بندہ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ گناہ خواہ کتنے بھی زیادہ ہوں، سچی توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ آخر میں انہوں نے مسلم شریف کی وہ حدیث بیان کی جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ پاک کو بندے کی توبہ سے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں سچی توبہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین) اس پروگرام میں 25 رفقاء واحباب شریک ہوئے۔ (مرتب: امجد خان عباسی)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن اتوار 17 جون 2012ء کو پریس کلب ایبٹ آباد میں منعقد ہوا۔ تنظیم اسلامی زون شمالی کے نائب ناظم اعلیٰ جناب خالد محمود عباسی نے استقبال رمضان کے موضوع پر درس دیا۔ انہوں نے روزے کی حقیقت اور بندہ مؤمن پر اس کے اثرات کے حوالے سے سورۃ البقرہ کی آیات 183 تا 186 پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ عرب روزے سے واقف نہ تھے، البتہ وہ اپنے گھوڑوں کو روزہ (صوم) رکھوایا کرتے تھے، تاکہ وہ سخت حالات کا مقابلہ کر سکیں۔ انہوں نے رمضان اور قرآن کے تعلق کی وضاحت بھی کی۔ انہوں نے کہا کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔ یہ ماہ قرآن ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس مہینہ بطور خاص قرآن کی تلاوت کا اہتمام کریں اور اس کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ رمضان کا پروگرام دن کا روزہ اور رات کا قیام ہے۔ روزہ انسانی روح کی بیداری کا باعث بنتا ہے اور مسلمانوں کو راہ حق پر چلنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کو جھیلنے کی مشق کراتا ہے۔ اس سے روح کا تعلق اپنے رب سے مضبوط ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قدسی میں صوم کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔ خالد محمود عباسی نے قیام رمضان کے پروگرام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ رائج الوقت تراویح سے قیام رمضان کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ دن کے روزے کے ساتھ رات کا اکثر حصہ اللہ تعالیٰ کے حضور قیام میں بسر کیا جائے، اور قرآن حکیم کے سمجھنے سمجھانے میں رمضان کی راتیں گزاری جائیں۔ شرکاء موصوف کے درس سے بہت متاثر ہوئے۔ دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

دُعائے صحت کی اپیل

مبتدی رفیق تنظیم (مورو سندھ) فیصل ندیم کے بھائی ناصر عباس کافی عرصے سے علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

قارئین ندائے خلافت سے بھی اُن کے لئے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

☆ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے ناظم مالیات جناب محبوب موسیٰ کے والد رحلت فرما گئے۔

☆ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب شیخ رضوان کے والد صاحب رحلت فرما گئے۔

☆ تنظیم اسلامی بہاولنگر کے رفیق صغیر احمد انصاری اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

☆ تنظیم اسلامی بہاولنگر کے رفیق ملک یٰسین کے بہنوئی انتقال کر گئے۔

اللہ رب العزت مرحومین کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے، اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے (آمین)۔ قارئین ندائے خلافت سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

کتابچہ ''خلاصہ تعلیمات قرآن'' کی مفت فراہمی

رمضان المبارک میں لوگ نماز تراویح میں شریک ہو کر قرآن مجید سنتے ہیں۔ چونکہ تقریباً سارے ہی نمازی عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے آیات کی سماعت کا ثواب تو لے سکتے ہیں، مگر آیات کے ذریعہ پیغام الٰہی سمجھنے سے محروم رہتے ہیں۔ اس خامی کو دور کرنے کے لئے تراویح شروع کرنے سے قبل اگر نماز میں پڑھی جانے والی آیات کے مضامین کا خلاصہ دس بارہ منٹ میں بیان کر دیا جائے تو نمازی حضرات قرآن کے پیغام سے کسی قدر واقف ہو جائیں گے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر ادارہ تحریر سہ ماہی حکمت قرآن کے رکن پروفیسر محمد یونس جنجوعہ صاحب نے ایک کتابچہ تیار کیا ہے، جس میں روزانہ نماز تراویح میں پڑھی جانے والی آیات کا خلاصہ مطلب تحریر کر دیا گیا ہے، تاکہ مسجد کے امام صاحب یا کوئی دوسرا شخص نماز تراویح سے قبل اسے پڑھ کر سنا دے۔ اس کتابچے کی تقسیم کے مطابق رمضان کی پہلی 16 راتوں میں سوا پارہ روزانہ، بعد کی 9 راتوں میں ایک پارہ روزانہ اور 26 ویں، 27 ویں رات کو بالترتیب آخری پارے کا نصف اول اور نصف ثانی پڑھا جائے گا اور 27 ویں شب کو قرآن ختم کر لیا جائے گا۔ اگر اس پروگرام پر عمل کر لیا جائے تو حاضرین رمضان المبارک کے دوران دین اسلام کے بنیادی احکام سے واقف ہو جائیں گے جو قرآن مجید میں دیئے گئے ہیں۔ فھو المطلوب

96 صفحات کا یہ کتابچہ مؤلف سے درج ذیل پتہ پر دستیاب ہے

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ قرآن اکیڈمی 36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

شیخوپورہ میں یہ کتابچہ زینب ہسپتال (بالمقابل گورنمنٹ گرلز ہائی سکول نمبر 1) کی فارمیسی سے بھی مل سکتا ہے۔

(کتابچہ بذریعہ ڈاک منگوانے کے خواہشمند حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں)

مقامی تنظیم گلزار قائد میں پروفیسر عثمان خاور کا بطور امیر تقرر

حلقہ پنجاب شمالی کی طرف سے مقامی تنظیم چکلالہ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز آئی ہے۔ ایک کا نام حسب سابق ''چکلالہ'' ہی رہے گا، جس کی امارت موجودہ امیر ہی کے ذمہ ہوگی۔ دوسری تنظیم کا نام ''گلزار قائد'' تجویز کیا گیا ہے۔ اس میں مقامی امیر کے لئے رفقاء کی آراء موصول ہوئی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 جون 2012ء میں مشورے کے بعد مقامی تنظیم چکلالہ کی تقسیم کو منظور کرتے ہوئے نئی تنظیم ''گلزار قائد'' کے لئے پروفیسر عثمان خاور کا بطور مقامی امیر تقرر فرمایا۔

obeying its orders by the rulers. Efforts are made to harm the credibility of the higher judiciary through sneaking malicious conspiracies through the notorious dons and blackmailers having a direct approach to the highest echelons in the corridors of power. The only institution which has proved to be the final ray of hope for the masses is being destabilized by the elements who are wishing to maintain the statuesque by all means. The dirty game recently played against the judiciary is an act of malice to which the ruling elite have unfortunately addicted. We hope the conspirators will soon come to light who have tried to malign the integrity of the Superior Court. In the past such illegal tactics were very easy for them since the judiciary had been rendered very week in all respects and judges were not independent in making their free judgments as our history testifies. All the four military dictators not only played havoc with the judicial system but they completely desecrated the constitution and ran the affairs of the state under their dictatorial options. During their hegemonic ruling it did not seem whether any judiciary was there to function. Thus the 3rd organ was veritably absent or at least paralyzed. Whatever remained of it was a weak institution coerced to the practice of legalizing the illegal actions of the dictatorial regimes. One of the dictators had referred to the constitution as a piece of useless paper which he could kick out at the tip of his shoes. Judiciary was never recognized with its full powers and authority by the elements ruling the state of Pakistan. Even in one of the so-called democratic governments we had seen that the Supreme Court was attacked by an unruly mob at the behest of the rulers in Islamabad. The last military dictator crossed all the limits when he dared to arrest all the judges of the Superior Judiciary when the dauntless Chief Justice of Pakistan reacted with a big 'No' to the dictator having usurped the power to rule illegally by hobnobbing with some of the traditional politicians who welcomed him as president twenty times in uniform. (to be continued)

قرآن حکیم کی عظمت، تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآن حکیم اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ تقریباً 500 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

خود پڑھیے۔ دوسروں کو تحفہ میں دیجیے!

اشاعت خاص (مجلد):
امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 400 روپے
اشاعت عام (پیپر بیک):
امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 3-042-35869501
maktaba@tanzeem.org

ضرورت رشتہ
بیٹی عمر 25 سال، خوبصورت و خوب سیرت، تعلیم بی اے ذات آرائیں
کے لئے شریف دیندار گھرانے سے برسر روزگار پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ
درکار ہے۔ عمر میں تین سے سات سال کا فرق ہو۔
برائے رابطہ 0992-380837
0300-6305327

Mohammad Faheem

Of Justice and Judiciary

In discussions related to Justice and Judiciary, the famous quotation of Sir Winston Churchill is commonly narrated, when at the start of World War 11, he made a call on the Chief Justice of the British Superior Court to find whether the courts of the country were dispensing justice according to the required standard or otherwise. On divulgence of the fact that the British subject had every opportunity available to them for access to justice without any discrimination at all levels, Mr. Churchill had returned satisfied and had expressed his assertions that nobody could defeat his country when justice was prevailing in the Kingdom. The Executive, the Judiciary and the Legislature are recognized to be the three organs of the state in the modern concept of the term. It is also agreed without exception, that the running of the state machinery, by in large is commensurate to the harmonious working of the three organs in a perfect unison. (Of late the 4th one also added which is getting more and more important role in the effectiveness of the rest of the imperatives.) The modern statecraft has developed to the maximum of its utility in the developed countries through the series of trials and errors in the proper appropriation of the pillars of the state. These organs of the state have reached a point where they are working in symbiosis to benefit each other in a harmonious way in the institutionally developed countries. The fact is that these necessary elements of the state when working in a properly geared and carefully tuned mechanism, the state affairs run in a smooth and workable fashion. Consequently a healthy state of social coherence results when the people at large are benefited from all the three institutions without any intra institutional transgression in their respective ambits. Resultantly the overall system of the modern state is working properly with very little shortfalls in the dynamics of its functions.

Under such a progressive and workable atmosphere, the 3 segments of the state remain in full working condition to the best benefit of the masses. None of the organs develops any antagonism against the other sister organs. It was this state of affairs that had promoted the British Judiciary to a high legal standard wherefrom it could dispense justice to the British subject as was assured to Mr. Churchill in response to his query. In Pakistan we have been experiencing that this most important organ of the statecraft has been treated very roughly and in a vague manner by the respective governments, whether dictatorial or the so-called democratic ones. We have been observing that at times when dictators have grabbed the power through their illegal intrusion they have molested the constitution and forced the judiciary to validate their illegal action by invoking therein the law of necessity. This coercive act of the dictators overruled everything since the public was never on the back of Judiciary, the two being very much apart from each other. Unfortunately we have been, of late experiencing that series of conspiracies are hatched again against the Superior Judiciary after it had been resuscitated in the recent past through the bold initiative of the Chief Justice of Pakistan, Iftikhar Muhammad Chaudhry, with the backing of the masses. The judiciary is ridiculed by not obeying its orders by the rulers. Efforts are made to harm the credibility of the higher judiciary through sneaking malicious conspiracies through the notorious dons and blackmailers having a direct approach to the highest echelons in the corridors of power. The only institution which has proved to be the final ray of hope for the masses is being destabilized by the elements who are wishing to maintain the statuesque by all means. The dirty game